ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۲ر شوال ۱۳۸۶ھ
۳ر فروری ۱۹۶۷ء
کتاب و حکمت نمبر
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور
ہدیہ ۵۰ پیسے

ضیا محمد صاحب ضیا

تعلیمِ حکمت

ضیا محمد صاحب ضیا

پیمبرؐ کا بیاں منشائے قرآں کی وضاحت ہے
زبانِ صاحبِ قرآں کلیدِ گنجِ حکمت ہے

حدیثِ مصطفےٰؐ تفصیل ہے اجمالِ قرآں کی
کتابُ اللہ کی تفسیر پیغمبرؐ کی سیرت ہے

نبیؐ کی زندگی ہے بہرِ امت اسوۂ کامل
رسولُ اللہ کا ہر فعل منشورِ ہدایت ہے

پیمبرؐ کی اطاعت فرض ہے ہر فردِ اُمّت پر
کتابِ پاک میں اس امر کی پوری صراحت ہے

رُکو تم اس سے ملتی ہو نہ سُنّت سے سند جس کی
پکڑ لو اُس کو دانتوں سے جو پیغمبرؐ کی سُنّت ہے

کتابُ اللہ، احادیثِ پیمبرؐ، اسوۂ مُرسلؐ
یہی چیزیں ہیں جن کا نام اسلامی شریعت ہے

نبی کا فیصلہ ہر مسئلے میں قولِ فیصل ہے
خُدا کے دین میں ہر قول پیغمبرؐ کا حجّت ہے

پیمبرؐ کا عمل خود حکمِ شرعی کے برابر ہے
اسی نکتے پہ اوّل روز سے اجماعِ اُمّت ہے

تلاوت ہی نہیں کرتا وہ آیاتِ الٰہی کی
نبیؐ کا کام اس کے ساتھ ہی تعلیمِ حکمت ہے

فقط قاصد نہیں ہے وہ مزکی بھی معلّم بھی
یہی تزکیہ و تعلیم مقصودِ نبوّت ہے

یہ قرآں ایک دعوت ہے پیمبرؐ جس کا ہے داعی
یہ نقشہ ہے عمارت کا نبیؐ معمارِ عمارت ہے

کتابُ اللہ سے کھلتی ہے رہ فکر و تدبّر کی
مگر راہِ عمل میں ایک مرسل کی ضرورت ہے

فقط توحید پہ کافی نہیں ایمان انساں کا
پئے تکمیلِ ایماں شرط ایمانِ رسالت ہے

فرائض کا ادا کرنا اوامر کا بجا لانا
کہاں سے ان کو آئے گا جنہیں انکارِ سنت ہے

ہمیشہ اہلِ حق عامل رہے قرآن و سُنّت پر
جو اس رستے پہ چلتا ہے اسی کا دیں سلامت ہے

جنھوں نے اتباعِ ہادیٔ برحق سے مُنہ موڑا
بُرا انجام ہے اُن کا خدا کی اُن پہ لعنت ہے

ایڈیٹر:
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد نمبر ۱۲ | ۲۲ شوال ۱۳۸۶ ھ بمطابق ۳ / فروری ۱۹۶۷ء | شمارہ نمبر ۳۸

گذارشات

زیر نظر شمارہ "کتاب وحکمت نمبر" کے نام سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔
ہمارے سابقہ اعلان کے مطابق اسے ۱۵ شوال کو شائع ہونا چاہیئے تھا مگر بعض ناگزیر حالات و وجوہات کی بناء پر ایک ہفتہ کی جبری تاخیر واقع ہو گئی جس کے لئے ہم اپنے قارئین سے صدقِ دل سے معذرت خواہ ہیں۔ تاہم "دیر آید درست آید" کے مصداق اس تاخیر کا ایک فائدہ بھی ضرور ہوا کہ ہمیں اپنے بہت سے قلمی کرم فرماؤں اور علمی سرپرستوں کے قیمتی مضامین دستیاب ہو گئے جن میں سے اکثر ہم اس شمارہ میں شائع کر رہے ہیں اور باقی انشاء اللہ آئندہ شمارے میں شاملِ اشاعت کریں گے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لینا چاہیئے کہ آئندہ شمارے میں جگہ پانے والے مضامین کچھ کم وقیع ہیں بلکہ یہ تاخیر محض اس وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ مضامین یا تو دیر سے موصول ہوئے یا اس شمارے کی ضخامت ان کی متحمل نہ ہو سکی۔ چنانچہ اب فیصلہ یہی ہوا ہے کہ آئندہ شمارے کو "کتاب وحکمت نمبر" کے تتمہ کے طور پر شائع کیا جائے اور تمام مضامین جو بامر مجبوری اس شمارے کی زینت بننے سے رہ گئے ہیں اس میں شامل کر دیئے جائیں۔
ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام ہمارے اس فیصلے کو یقیناً سراہیں گے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ رہ گیا یہ سوال کہ "کتاب وحکمت نمبر" شائع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تو اس کا جواب بالغ نظر حضرات سے چھپا ہوا نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کی بنیاد "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" پر رکھی گئی تھی اور عوام سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اس کا نظام، اس کا معاشرہ اور اس کا تمدن کتاب وحکمت کے ارشادات و احکام کے مطابق متشکل ہوگا لیکن تا ہنوز یہ وعدہ پورا نہیں ہوا اور پاکستان اس جہت میں بیس سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ابھی اسی مقام پر کھڑا ہے جہاں سے اس نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس سلسلے میں ترقئ معکوس ہی ہوئی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان نے صنعتی اور اقتصادی طور پر ضرور ترقی کی ہے اور ہمارے حالات دنیا کے بعض دوسرے پسماندہ مگر آزاد ملکوں کے مقابلہ میں زیادہ اطمینان بخش اور حوصلہ افزا ہیں لیکن سخت افسوس ہے کہ ان مادی ترقیات کے علی الرغم ہماری دینی حالت بہت زیادہ روبہ انحطاط ہے اور کتاب وسنّت کے احکام کی پابندی کا معاملہ غفلت و کوتاہی کی نذر ہوتا جا رہا ہے پھر اسی پر بس نہیں ملک میں ایسی متعدد تنظیمیں اور جماعتیں سرگرم کار ہیں جن کا مقصد و مدعا ہی یہ ہے کہ وہ پاکستانی عوام کو کتاب و سنّت سے دور کر کے الحاد و زندقہ کے جہنم میں دھکیل دیں یا انتشار و تشتت کی ایک ایسی راہ پر ہانک دیں جس کی کوئی منزل نہ ہو۔ چنانچہ اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے کہیں تو یہ آواز اٹھائی جا رہی ہے کہ حضور ختمی مرتبت فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ہی حجت نہیں، کہیں عدالتِ صحابہؓ کو مشکوک و مشتبہ کہا جا رہا ہے اور ان کو معیارِ حق ماننے سے انکار کیا جا رہا ہے، کہیں بے دینی و بے حیائی اور مغربی تہذیب و ثقافت کو عین اسلام کا نام دے کر رائج کرنے کی کوششیں عمل میں لائی جا رہی ہیں اور کہیں کلبوں اور سینماؤں کی ترقی کو انسانیت کی تعمیر و ارتقاء کا ضامن قرار دیا جا رہا ہے۔ غرضیکہ فواحشات و سیئات کا ایک طوفان ہے جو پوری تیزی سے اُٹھ رہا ہے

باقی بر صفحہ ۲۶

مندرجات

مجلس ذکر

بروز جمعرات ۱۴ شوال ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۶ جنوری ۱۹۶۷ء

مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہونے کا طریقہ

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍۙ

(پ سورہ توبہ رکوع ۵)

ترجمہ! اے ایمان والو بہت سے عالم مولوی" اور درویش پیرو فقیر" بندگان خدا کا مال ناجائز حیلوں اور ترکیبوں سے کھاتے ہیں (اور بجائے اس کے کہ ان کو کوئی دینی فائدہ پہنچاتے اور خدا کا راستہ بتاتے الٹا ان کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو اُن کو خوشخبری سُنا دے عذاب دردناک کی۔

یعنی روپیہ لے کر احکام شرعیہ اور اخبار الٰہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام الناس نے انہیں خدائی کا رتبہ دے رکھا ہے وہ جو کچھ غلط سلط کہہ دیں۔ وہ ہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ علماء و مشائخ نذرانے وصول کرنے ٹکے بٹورنے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہِ حق سے روکتے رہتے ہیں۔

کیونکہ عوام اگر اُن کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کر لیں تو ساری آمدنی بند ہو جائے یہ حال مسلمانوں کو سنایا تاکہ متنبہ ہو جائیں کہ اُمتوں کی خرابی اور تباہی کا بڑا سبب تین جماعتوں کا خراب و بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے علماء مشائخ اور اغنیاء (رؤساء)۔ ان میں سے دو کا ذکر تو ہو چکا تیسری جماعت (رؤسا) کا آگے آتا ہے۔ جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کی راہ میں خرچ نہ کریں (مثلاً زکوٰۃ نہ دیں حقوق واجبہ نہ نکالیں) اُن کی سزا آخرت میں دردناک عذاب ہے اسی سے اُن علماء مشائخ کا انجام معلوم کر لو۔ جو حق کو چھپا کر یا بدل کر روپیہ بٹورتے ہیں اور ریاست قائم رکھنے کی حرص میں عوام کو خدا کے راستے سے روکتے پھرتے ہیں۔ بہرحال دولت وہ اچھی ہے جو آخرت میں وبال نہ بنے۔

بخیل دولت مند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اُس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ زیادہ کہو تو اعراض کر کے اُدھر سے پہلو بدل لیتا ہے اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لئے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین موقعوں (پیشانی۔ پہلو اور پیٹھ) پر داغ دیئے جائیں گے تاکہ اُس کے جمع کرنے اور گاڑھنے کا مزہ چکھ لے۔ ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ (تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہم کو مسلمان بنا کر صحیح العقیدہ علماء و مشائخ کے ساتھ تعلق جوڑنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ ایسے علماء و مشائخ جن کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ یاد آ جاتا ہے۔ اور جو لاکھوں انسانوں کی رشد و ہدایت کا سبب بنے ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری عمر اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرنے میں گزار دی۔ اور اس راہ میں ہر تکلیف اور مشکل کو خندہ پیشانی سے قبول کیا جو ہمہ وقت ذکر اللہ اور عبادت میں مشغول رہتے۔ راتوں کو کھڑے ہو کر بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے اور سارا دن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کا راستہ بتلاتے رہے ہیں۔

مزید احسان و فضل یہ ہے کہ ہم کو اس فتنہ و فساد کے دور میں مل جل کر بیٹھنے اور ذکر اللہ فقط رضا الٰہی کے لئے کرنے کی توفیق عطاء فرمائی اللہ تعالیٰ اس نعمت کو ہمیشہ قائم رکھے آمین۔

بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کے حالات پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو جو بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ صرف راتوں کو کھڑے ہو کر اللہ کے آگے جھکنے اور گڑگڑانے اور دن کو روزہ رکھنے سے حاصل ہوا ہے۔ ہم کو بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے کے لئے کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ فرائض کے علاوہ نفلی روزے رکھیں نفل نمازیں پڑھیں راتوں کو جاگ کر اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائیں جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں محنت کرنے سے کمال حاصل ہوتا ہے محنت کرنے سے نہ گھبرائیں تھوڑی کریں لیکن ہمیشہ کریں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تھوڑی اور قلیل عبادت جو ہمیشہ

باقی بر صفحہ ۲۶

کا حریف ایک وہ شخص تھا جو نبوت کا بہت بڑا حامی اور مددگار تھا پھر ایک شخص تھا جو اس نبوت کے مقابلے میں سینہ تان کر کے آیا تھا اور منصب نبوت کا گویا رقیب اور حریف تھا۔ انہوں نے گناہ کے کفارہ کے لیے جو بہترین انتخاب ہو سکتا تھا وہ انتخاب کیا۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ان سے خوش ہوئی ہوگی۔ یہ سب ان کی ایمانی قوت کا نتیجہ ہے۔ یہ فوری انقلاب کی چند مثالیں ہیں، باقی صحابہ کرام کے اندر جو تبدیلی تربیت اور صحبت سے پیدا ہوئی اس سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ گئے۔ اخلاقی پستی سے اعمال کی پستی سے عقائد کی تاریکی سے اور جاہلیت سے روحانیت اور ایمان اور اخلاق اور تربیت اور علم کے بلند مقام تک پہنچ گئے۔

تعلیم کتاب

تیسرا کام تعلیم کتاب و حکمت یعنی کتاب کی تعلیم دینا ہے۔ پہلے قاری تلاوت کرتا ہے اور پھر اس کے بعد تزکیہ کا عمل کرتا ہے اس میں قرآن مجید کی تفسیر اس کے حقائق کا بیان اس کے علوم کا اظہار اور مقاصد قرآن اور مقاصد وحی کی تشریح و تفصیل سب شامل ہے یہ ہے یعلمہم الکتاب والحکمۃ پھر اس کی بھی ضرورت ہے کہ قرآن مجید کے طالب علموں میں اور اس کے حاملین میں اور سامعین میں تفقہ پیدا کیا جائے اور یہ وہ چیز ہے جس کی طرف اشارہ ہے کہ من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین ۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ درحقیقت حامل قرآن کے فرائض چہارگانہ اور حامل قرآن کی ذمہ داریاں اور اس کے کمالات اور اس کی گویا سیرت ہے اس کے بعد صحابہ کرامؓ میں جو علماء تھے اور جن کے علم کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی ہے جن حضرات کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا اور ان کی طرف امت کو رجوع ہونے کا مشورہ دیا مثلاً حضرت ابی ابن کعبؓ آپ نے ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کی خصوصیت بیان کی ہے۔ قرآن مجید سے ان کو خاص مناسبت تھی حضرت زید ابن ثابتؓ کاتب وحی تھے اور قرآن مجید کا بہت بڑا علم رکھتے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان کے قرآن مجید پڑھنے کی آپ نے تعریف فرمائی ہے، حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور حضرت ابن عباسؓ ان کے متعلق آپ نے دعا فرمائی۔ اللھم علمہ الکتاب و

نقہ فی الدین ، اے اللہ ان کو کتاب کا علم عطا فرما اور دین کی سمجھ دے یہ حضرات بھی ان چاروں صفات کے جامع تھے یعنی قرآن مجید کے قاری بھی تھے اور معلم حکمت بھی اور مزکی بھی تھے یہ چاروں شعبے ان حضرات میں جمع تھے پھر تابعین کا دور آیا اس میں بھی کثرت سے ایسے لوگ تھے کہ جو ان چاروں چیزوں کے جامع تھے مثال کے طور پر حضرت حسن بصریؒ کا نام لے سکتا ہوں کہ وہ ان چاروں شعبوں کے جامع تھے اور حضرت سعید بن جبیر اور محمد ابن سیرین اور حضرت سعید ابن مسیب یہ وہ فضلائے تابعین تھے جو ان چاروں شعبوں کے جامع تھے تبع تابعین میں آئمہ اربع محدثین فقہاء اور صوفیائے تابعین جیسے حضرت فضیل ابن عیاض حضرت معروف کرخی . . اور امام احمد بن حنبلؒ اور اسی طریقہ سے جنید بغدادی یہ سب حضرات ان چاروں چیزوں کے جامع تھے۔ پھر انحطاط کا دوسرا دور شروع ہوا اور شعبوں کی تقسیم ہونے لگی، نتیجہ یہ نکلا کہ امت میں مختلف گروہ بن گئے۔

پھر ایک ایک شعبہ سنبھال لیا۔ بعض نے تلاوت آیات کو اپنا شعار بنا لیا انہوں نے قرآن مجید کو حفظ کیا اور اس کی تجوید اور مخارج کی تصحیح اور ان کو اتقان کے ساتھ پڑھنا انہوں نے اپنا فرض سمجھا اللہ تعالیٰ امت کی طرف سے ان کو جزائے خیر دے کہ بہت بڑا فرض کفایہ ادا کیا۔ اور قرآن مجید کے تلفظ کو اور طریق ادا کو بھی محفوظ کر دیا۔ جس طرح اس کے حروف کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جمع کیا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ نے ان کی نقلیں کرا کے عالم اسلام میں بھیج دیں۔ کسی نے نقطے لگائے کسی نے اس کے حروف میں کچھ اور ترقی کی۔ سب سے بڑھ کر یہ کارنامہ ہے جو انہوں نے قرآن مجید کے تلفظ کو اور ادا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سے ادا کیا تھا اور صحابہ کرام کس طرح ادا کرتے تھے۔ اس کو محفوظ کیا یہ بڑا کارنامہ ہے۔ جو قابل اعتراف اور قابل شکریہ ہے۔ وہ دعا کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے یہ کام انجام دیا۔

بعض حضرات نے تعلیم کتاب اور حکمت کو اپنا شعار بنایا وہ علماً ظاہر کی جماعت ہے جنہوں نے قرآن و حدیث کے رموز کو بیان کیا ان کے مضامین کی اشاعت کی اور ان کے مشکلات کی تشریح کی۔

تربیت و تزکیہ

بعض حضرات نے تزکیہ اپنے ذمہ لیا وہ

حضرات صوفیائے کرام ہیں۔ جنہوں نے اپنے مریدین کی اور جو لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے ان کے نفوس کی اصلاح و تربیت کا کام اپنے ذمہ لیا اور سلوک کو تہذیب و اخلاق کو اصلاح باطن کو ایک فن بنا دیا اور عظیم الشان بنا دیا ان کی تعداد خدا کے فضل سے اتنی بڑی ہے کہ ان کا ذکر کرنا مشکل ہے مثال کے طور پر سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی۔

تجدید و سلوک

پھر ان کے بعد جنہوں نے فن سلوک میں خاص طور پر فن تجدید کا کام اپنے زمانے کی پھیلی ہوئی بدعتوں کو اور تفریحات کو انہوں نے دور کیا اور اپنے زمانے کی طبیعتوں کا لحاظ کر کے انہوں نے طب نبوی کی تصدیق کی ان میں سے خاص طور پر حضرت شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور ان کے بعد پھر حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے فن سلوک کی تجدید کا کام کیا اور اپنے زمانے کے مطابق ان کو بنایا اور ان کے فائدہ کو عام کیا مجھے آپ کی خدمت میں اس تقریب سے جو مبارک تقریب ہے عرض کرنا ہے کہ

حامل قرآن کی ذمہ داریاں

اصل میں حامل قرآن کا کام صرف تلاوت اور اس کو پڑھ کر صحیح طور پر یاد کر لینا اور اس کو صحت کے ساتھ ادا کر دینا اور کسی مجلس میں کسی جلسے میں قرآن مجید کو پڑھ دینا نہیں حامل قرآن کی بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کو عذاب دیا جائے گا جس کو قرآن مجید کا علم دیا وہ رات کو سویا اور سوتا رہا یہاں تک کہ صبح کی نماز قضا ہوگئی قرآن مجید کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اس کو یاد کرنے کی اور اس کو یاد رکھنے کی اس پر عمل کرنے کی یہی وجہ تھی کہ یمامہ جنگ پیش آئی جو اسلام کی شدید ترین جنگوں میں سے ایک جنگ ہے جس میں زور کا رن پڑا اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اور اس وقت کشتوں کے پشتے لگ گئے بس ایک موت کا بازار گرم تھا اور کسی طریقہ کا فیصلہ نہیں ہوتا تھا میدان جنگ میں ایک صحابی نے للکارا کہ اے حاملین قرآن اور وہ لوگ جن کے سینہ میں قرآن ہے صح

باقی برص۲۳

بادشاہوں اور حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا اور اُن کے غیر اسلامی قوانین کے سامنے کبھی بھی سر کو نہ جھکایا

نتیجہ

یہی نکلا کہ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حق تعالیٰ سبحانہٗ کی اطاعت فرضِ عین ہے اور ان کے مطاع ہونے میں کوئی شرط نہیں لیکن "اولی الامر" کی اطاعت مشروط اور خدا و رسول کے احکام کے تابع ہے۔

بزرگانِ محترم مذکورہ بالا گذارشات کو ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ مان لینا بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید فرقانِ حمید میں جہاں کہیں بھی "اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول ۔ ۔ ۔ ۔" کی وحی موجود ہے اور جتنی آیات اس کے ہم معنی پائی جاتی ہیں اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ بابرکات مقصود ہے اور حضورؐ ہی کو اللہ رب العالمین نے مطاعِ عالم اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔

شہادتِ قرآنی

ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہے!

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۔ (س منافقون رکوع ۱)

ترجمہ۔ جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری شہادت یہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ہاں اللہ تو جانتا ہی ہے۔ کہ آپ اس کے رسول ضرور ہیں۔

ظاہر ہے منافقوں کا آنا جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بارگاہ میں تھا وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مخاطب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب ہے اور تین جگہ حرف "ک" خطاب موجود ہے۔

دوسری شہادت

قولہٗ تعالیٰ۔ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ ۔ (فتح ع ۲)

ترجمہ! ہاں تمہارے بُرے گمان تو یہ تھے کہ رسول اور ایمان والے لوٹ کر اپنے اپنے کنبوں میں نہیں آئیں گے۔

اس آیت مبارکہ سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ جانا، لوٹ کر آنا، پیچ رہنا کنبہ دار ہونا انسانی صفات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں کنبہ دار صاحب اہل و عیال کہا گیا ہے جیسا کہ دیگر مومنین کو کہا گیا ہے جس سے "نام نہاد اہل قرآن" کے اس اعتراض کا رد ہوتا ہے "کہ رسول" کتاب ہی کو کہا گیا ہے۔ واضح ہے مذکورہ صفات کتاب کی نہیں ہو سکتیں انسان ہی کی ہو سکتی ہیں۔

تیسری شہادت

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (مائدہ ع ۱۰)

ترجمہ! اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ کہ آپ پر نازل کیا گیا ہے۔

یقیناً اس آیت میں قرآن مجید تو مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ہے اور سیدنا محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جو مخاطب ہیں۔

یہ شواہد مشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں ورنہ قرآن مجید اس قسم کے شواہد سے بھرا پڑا ہے غرض۔

حاصل

یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نہایت جزم و قطعیت کے ساتھ بتلا دیا ہے کہ سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول پاک ہیں جن کا اتباع فرض ہے اور وہی کل عالم و عالمیان کے مخدوم و مطاع ہیں۔

قطب العالم شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ جن کا مقصد سوائے تخریب دین کے اور کچھ نہیں سادہ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ "آیا قرآن مجید کامل کتاب ہے کہ نہیں؟ اگر کامل ہے تو پھر کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ کی اطاعت کے لئے کتاب اللہ کی اطاعت کافی ہے" چنانچہ بیچارے سادے اور ان پڑھ عوام اُن کے اس فریب میں آجاتے ہیں اور دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

حالانکہ اس کا سیدھا سادہ اور صحیح جواب یہ ہے کہ قرآن مجید یقیناً اپنی جگہ کامل و اکمل کتاب ہے مگر ہماری عقلیں تو مکمل نہیں۔ یہ بہرحال ناقص ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نمائندہ اور رسول بھیجا ہے تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے کلام کا مطلب اور منشاء سمجھائے اور اس پر عمل کر کے دکھائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے حدیث کی اشد ضرورت ہے۔ پس اُس صادق و مصدوق فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اقوال اور اعمال ہمارے لئے باعث ہدایت ہیں اور ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے چراغ راہ کا کام دیں گے۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے اسی لئے قرآن عزیز میں فرمایا ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

"اور جو کچھ تمہیں رسول دے اُسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اُس سے باز رہو۔

حاصل

یہ ہے کہ جس کام کے کرنے کا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں اُسے ضرور کرنا چاہیئے اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رُک جانا چاہیئے۔

حضورؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

قولہٗ تعالیٰ! وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔

ترجمہ! جس نے رسُول کی اطاعت کی اُسی نے اللہ کی اطاعت کی پس اس فرمانِ واجب الاذعان سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے اور درحقیقت جب تک حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سامنے نہ ہو قرآن کی متابعت اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تعمیل ہو ہی نہیں سکتی۔

مثال

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال اس سلسلے میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک رئیس اپنے نوکر کو مہمان کے لئے چائے لانے کا حکم دیتا ہے جب چائے مہمان کے سامنے آتی ہے تو اس میں چائے کے ساتھ دودھ پیسٹری، مٹھائیاں اور دوسری بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ اب حروف "چ ائے" میں تو یہ ساری چیزیں شامل نہیں ہیں لیکن بات یہ ہے کہ ملازم اپنے آقا

باقی بر صفحہ ۲۶

فیضانِ حکمت

مرتبہ: مولوی سعید الرحمٰن علوی

مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ کو صبح دس بجے مدرسہ حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں "ختم بخاری شریف" کی تقریب سعید منعقد ہوئی جس میں پیکرِ علم وحلم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے معارف وحکمت سے لبریز تقریر فرمائی جسے مندرجہ بالا عنوان کے تحت ہدیہ قارئین خدام الدین کیا جا رہا ہے۔ ادارہ خدام الدین مولانا قاری محمد امین صاحب ناظم مدرسہ عثمانیہ اور مولانا محمد رمضان صاحب علوی خطیب جامع مسجد گلشن آباد راولپنڈی کا ممنون ہے جن کی کوشش سے یہ جواہرات دستیاب ہوئے۔

قال امیر المؤمنین فی الحدیث الامام الشیخ محمد بن اسمٰعیل البخاری! باب قول اللّٰہ ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ وان اعمال بنی ادم وقولھم یوزن وقال مجاھد القسطاس العدل بالرومیۃ ویقال القسط مصدر المقسط وھو العادل واما القاسط فھو الجائر حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم!

اسب سے پہلے آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ اس مبارک تقریب میں مجھ ناچیز کو آپ نے شمولیت کا موقعہ دیا۔ یہاں بہت سے اکابر جو علماً و عملاً مجھ سے فائق ہیں۔ صرف اس لحاظ سے موجود ہیں کہ میں ذرا دور سے آیا ہوں۔ میری حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

بخاری شریف کے متعلق علماء فرماتے ہیں اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ البخاری اور یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق خود امام بخاری نے فرمایا کہ ہر حدیث کے اندراج سے پہلے میں نے غسل کیا دو رکعت نفل پڑھ کر حرم میں استخارہ کیا۔ اس کے بعد ترجمۃ الباب (عنوان) اور حدیث کو نقل کیا۔ یہ مصنف کے خلوص نیت کا ثمرہ ہے۔ کہ اس کی جملہ احادیث پر اجماع ہے۔ اور کتاب اللّٰہ کے بعد جتنا اس پر اعتماد ہے اور کسی کتاب پر نہیں نیز جتنا فائدہ کتاب اللّٰہ کے بعد اس کتاب سے مسلمانوں کو پہنچا کسی دوسری کتاب سے نہیں پہنچا۔ ۱۶ سال کے عرصہ میں امام نے یہ کتاب لکھ کر مسلمانوں پر احسانِ عظیم فرمایا۔ مسائل کا اس میں جتنا ذخیرہ ہے اور صحیح احادیث کی جو کثرت ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ علماء نے تجربہ کیا کہ مشکلات کے وقت بخاری کا ختم بہت نافع ہوتا ہے۔ خود ہمارے بزرگوں کا یہ معمول تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا کلام جہاں پڑھا جائے گا۔ وہ جگہ انوار و برکات سے معمور ہو گی۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن مراد آبادی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے وصیت کی کہ میری موت کے وقت احادیث رسول پڑھتے رہنا۔ چنانچہ بیماری کا بگڑتا رنگ دیکھ کر حالت نزع میں شاگردوں عزیزوں اور عقیدتمندوں نے احادیث کی تلاوت شروع کر دی حضرت مرحوم اسی حالت میں احادیث رسول میں مستغرق رہے اور واصل بحق ہو گئے۔ علامہ جزائری نے لکھا ہے کہ بخاری کے مختلف ابواب جن کو تراجم ابواب کہا جاتا ہے وہ ۴۵۰۰ ہیں ان میں سب سے پہلا باب ہے باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پھر اس میں سیدنا حضرت عمرؓ کی مشہور حدیث نقل کی۔ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ اور کتاب کے آخر میں سب سے آخری ترجمۃ الباب جو لائے وہ ہے ونضع الموازین القسط الخ اور اس میں حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی نقل کی۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن الخ مصنف علیہ رحمۃ نے سب سے پہلے باب میں دو چیزیں نقل فرمائی ہیں۔ وحی اور نیت۔ وحی کو سب سے پہلے لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ دین افکار و آراء کا نام نہیں زید بکر کی عقل اگر کوئی تدبیر کرے اسے دین کا نام دیا جائے ایسے نہیں ہو سکتا دین نہ تو متفرق افکار کا نام ہے اور نہ متفرق معقولات کا۔ بلکہ دین نام ہے مرضیات و احکامات خداوندی کا۔ یہ مسئلہ بہت طویل ہو جائے گا کہ انسانی عقل بہت محدود ہے۔ ایک انسان دوسرے کے ساتھ دل جوڑ کر بیٹھ جائے تو بھی دوسرا دوست نہیں سمجھ سکتا کہ میرا دوست کیا چاہتا ہے حتیٰ کہ سینہ سے سینہ ملا کر بھی ایسا ممکن نہیں تاوقتیکہ وہ زبان سے کہہ دے۔ تو جب زبان سے کہے بغیر دوسرے انسان کی مرضیات کا پتہ نہیں چل سکتا تو خدائے قدوس کی مرضیات کا پتہ کیسے چلے گا جب تک وہ فرمائیں نہیں؟ پھر عقلاء کی رائیں مختلف ہیں ایک کہتا ہے عالم قدیم ہے دوسرا کہتا ہے حادث ہے ہم کس کی بات مانیں؟ ایک شخص ایک چیز کو کڑوا کہتا ہے دوسرا میٹھا کہتا ہے ہم کس کی بات مانیں؟ تو امام بخاری نے باب بدء الوحی قائم کر کے فرما دیا کہ دین کے معلوم کرنے کا ذریعہ وحی ہے جس کی حقیقت یہ ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید کہ وحی میں حق و باطل کے اشتباہ کا سوال ہی نہیں پھر وہ حکیم و حمید کی طرف سے منزل ہے۔ وحی میں تین چیزیں ہیں ایک ہے موحی یعنی جس کی طرف سے وحی آتی ہے وہ خدا ہے جس کی صفت حکیم و حمید اور قادر و قیوم ہے اس کی طرف سے جو قانون آئے گا۔ وہ سراسر باعث نجات وسعادت ہو گا۔ اور اس میں بھلائی ہی بھلائی ہو گی دوسرے ہیں وحی لانے والے وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں جن کی حقیقت یہ ہے انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین۔ وہ رسول کریم ہیں اور صاحب قوت ہیں۔ ان کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ چھ لاکھ کی آبادی کو اپنی انگلیوں سے آسمان پر لے گئے وہاں سے نیچے ٹپک دیا جبریل امین سے پوچھا گیا کہ آپ کو کبھی تھکان محسوس ہوئی ہے فرمایا نہیں۔ ہاں ایک مرتبہ عجلت سے کام لینا پڑا جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا۔ میں سدرۃ المنتہیٰ پر تھا۔ خدا نے حکم دیا کہ جلدی کرو یوسف پانی تک پہنچنے نہ پائیں! پھر جبریل کا مستقر وہ بھی بتلوائے قرآن عرش کے پاس ہے پھر وہ مطاع ہیں۔ ان کی فرمانبرداری کی جاتی ہے روایات میں ہے کہ جب وحی لاتے ہیں تو ستر ہزار فرشتے باڈی گارڈ کے طور پر آگے پیچھے دائیں بائیں ہوتے ہیں یہ محض قانونی تحفظ ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے دنیا بھر کے شیاطین ملکر بھی کوئی حرکت کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ پھر جبریل امین فی نفسہٖ امین ہیں۔ خیانت کا سوال ہی نہیں اور جس ذات اقدس پر وحی آتی ہے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہیں جن کو نبوت بلکہ ختم نبوت اس وقت ملی جب کہ آدم بین الماء والطین تھے اور جن کو علم الاوّلین والآخرین عطا ہوا تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ان سے پہلے فرشتوں کے متعلق معلومات تو وحی آئی خدا کی طرف سے، لانے والے جبریل امین، آئی محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر۔ پھر آگے مبلغین ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہم اور ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم جو میدان عرفات میں تھے۔ جنہوں نے گھر بار چھوڑا جائیداد چھوڑی۔ قبیلہ کنبہ چھوڑا۔ محض اس لئے کہ براہ راست مہبط وحی سے علوم حاصل کر سکیں۔ اور صحابہؓ کو اخذ حدیث کا جو شوق تھا۔ اس کا اس سے اندازہ لگائیں۔ کہ حضرت فاطمہ کو حضور علیہ السلام نے مرض وفات میں بلا کر کان میں کچھ کہا آپ رو پڑیں دوسری مرتبہ ایسے ہی سرگوشی فرمائی تو آپ ہنس پڑیں۔ اخذ حدیث کے شوق نے حضرت عائشہ کو سوال پر مجبور کیا۔ حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ قصہ کیا تھا؟ کہنے لگیں کہ رازِ نبوی ہے۔ انتقال کے بعد پھر امہات المؤمنین نے جمع ہو کر حضرت فاطمہ سے پوچھا گویا اخذ حدیث کا شوق ابھی برابر تھا۔ اب حضرت فاطمہؓ نے بتلا دیا کہ راز تو آؤٹ ہو چکا ہے کہنے لگیں کہ پہلی مرتبہ آپ نے مجھے اپنے انتقال کی خبر دی اور دوسری یہ خبر دی کہ سب سے پہلے تیری ملاقات مجھ سے ہو گی اور تو سیدۃ النساء اہل الجنۃ ہے۔ تو بہرحال ایک ہے شکل عمل ایک ہے روح عمل اور ایک ہے نتیجہ عمل۔ اشکال اعمال کہ نماز کیسے ہو۔ روزہ کیسے ہو تجارت کیسے ہو ملازمت کیسے ہو؟ حضرت سلمان فارسی کو کسی نے طعنہ دیا کہ علمکم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

کل شئٍ حتیٰ قضاء الحاجۃ قال نعم اوکما قال) فرمایا ہاں ہمارے نبی نے ہمیں سب کچھ سکھلایا اور دور رس نگاہیں سمجھتی ہیں کہ دنیا میں انبیاء کے تشریف لانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی کریں تو امام نے احادیث جمع کر کے تراجم کر کے اشکالِ اعمال سے آگاہ کیا گویا یہ انسائیکلو پیڈیا ہے۔ امام فرماتے ہیں کہ سن لو دنیا میں رہنا ہے عبادت کرنی ہیں۔ حکومت کرنی ہے تو توجہ الی الوحی کرو حضورؐ کی احادیث کے سامنے دوزانو بیٹھو۔ امام بخاری سب سے پہلے ذکر وحی لائے کہ مدار دین اور اصل دین یہی ہے اور فرمایا کہ اعمال کا مدار اس پر رکھو اس میں غلطی و نسیان نہیں۔ سہو اور چوک نہیں لوگ آج اس پر بحث کرتے ہیں۔ کہ وحی حجت ہے یا نہیں؟ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ چونکہ مدار دین یہی ہے لہٰذا اس کی حیثیت کمزور کردو۔ اور یہ لباس مسلمانی اس پر بحث ہوتی ہے اور دوسری چیز جو پہلے باب میں پیش کی۔ وہ روح اعمال ہے کیونکہ جسد بغیر روح کے بے سود ہے ایک بادشاہ اس وقت تک بادشاہ ہے جب تک اس میں روح ہے۔ روح گئی تو اپنے ہی منوں مٹی کے نیچے رکھ کر آ گئے۔ تو روح اعمال اخلاص و للہیت ہے۔ جب عمل شریعت کے قالب کے مطابق ہوں۔ اور روح عمل درست ہو تو آپ سارا دن مشغول فی العبادت سمجھے جائیں گے اگرچہ آپ سارا دن دوکان پر رہیں۔ آپ تجارت کرتے ہیں اس نیت سے کہ حقوق پورے ہوں تو عبادت ہے اور اگر نماز پڑھتے ہیں اس نیت سے کہ لوگ نمازی کہیں تو قیامت میں رسوائی ہو گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نیۃ المؤمن خیر من عملہ تو روح اعمال اخلاص و للہیت ہے حدیث میں ہے کہ کوئی مسلمان خوشی سے اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے وہ بھی عبادت ہے اب آکر و ماخلقت الجن والانس الّا لیعبدون کا مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد ہی عبادت ہے تو گویا پہلی حدیث میں اشکال وارواح اعمال کا تذکرہ کیا۔ اور اب آخری حدیث میں نتیجہ اعمال کا ذکر ہے۔ دنیا میں ہر ایک نے ہزاروں کام کئے ہیں تو نتیجہ یہ ہے۔ کہ قیامت میں ان کا وزن ہو گا۔ وزن کے بعد یا جنت ہو گی یا جہنم۔ موازین میزان کی جمع ہے۔ یعنی ترازو جمع لائے اس لئے کہ ہر عمل کے لئے علیحدہ علیحدہ ترازو ہو تو بھی ممکن ہے اور یہ بھی ہے کہ بسبب عاملین جمع لائے کہ ترازو ایک ہو گا اعمال تو سب کے تلیں گے۔ اس لحاظ سے موازین فرمایا پھر یہاں بحث ہے کہ وزن اعمال صرف مسلمانوں کے ہوں گے یا کافروں کے بھی ایک قول کے مطابق کفارؔ انبیاؑ معصوم بچے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔ کہ تلنے کے لئے اضداد کی ضرورت ہے کافر کے سیئات ہی سیئات ہیں اور انبیاؑ کے حسنات ہی حسنات تو یہاں وزن نہیں تو گویا عند الغزالی عصاۃ مسلمین (گنہگار) کے اعمال کا وزن ہو گا لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ وزنی اعمال میں سب شریک ہیں۔ کافروں کے وزن اعمال کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایک پلڑہ میں محض سیئات ہوں گی دوسرا خالی ہو گا۔ تو مقصد حل ہو جاتا ہے کہ مقصد ہے بھاری پن دکھلانا دوسری وجہ یہ ہے کہ کفار میں طبقات ہیں۔ عبادات ان کی معتبر نہیں کہ ایمان نہیں اور ایمان شرط ہے عبادات کے لئے ہاں انسانی نیکیوں کے سبب تخفیف ہو گی جیسے کہ ابوطالب کے متعلق ہے صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ ابو طالب نے آپؐ کی ہمیشہ حمایت کی کلمہ نہیں پڑھا اس حمایت کا اسے فائدہ ہو گا۔؟ فرمایا جہنم سے نہیں بچ سکتا۔ ہاں اس کا جسد آگ سے محفوظ ہے صرف اس کے پاؤں میں آگ کے چپل ہیں جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔ ثم ان اعمال بنی آدم اعمال کے تلنے سے متعلق تین قول ہیں یعنی احسنات اجسام نورانی اور سیئات اجسام ظلماتی بن جائیں گے۔ تو گویا یہاں کے اعراض وہاں اجسام بن جائیں گے۔ عالم مثال میں نبی کریم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ میںؐ نے دودھ پیا۔ مالقی حضرت عمرؓ کو دیا اور اس کی تعبیر علم سے فرمائی ہمارے بزرگوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک حسین و جمیل عورت ملی۔ مگر اندھی ہے تو فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ نماز کے وقت تو آنکھیں بند کرتا ہو گا۔ عرض کی جی ہاں۔ فرمایا اندھی ہونا اسی کا ثمرہ ہے کہ تو نماز میں آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رجسٹر تلیں گے جنہیں کراماً کاتبین لکھتے ہیں اس کی دلیل حدیث ترمذی ہے۔ کہ ایک آدمی کے ۹۹ رجسٹر لائیں جائیں گے سیئات سے پر ہوں گے وہ غریب پریشان ہو گا کہ میں تو مارا گیا یہ ۹۹ رجسٹر سیئات سے پر ہیں یہاں تک کہ ایک رجسٹر لایا جائے گا جس میں اخلاص سے کلمہ پڑھنے کا ذکر ہو گا۔ تو یہ ایک بھاری ہو جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ووجدوا ما عملوا حاضرا کہ خود اعمال سامنے آ جائیں گے آج کل اس پر بحث کی ضرورت نہیں کہ آخر دنیا میں کس کس چیز کا پیمانہ نہیں درجہ حرارت تک پتہ چل جاتا ہے اور ان تینوں میں تطبیق ممکن ہے۔ کیونکہ آخری عدالت ہو گی۔ پہلے اجسام کی صورت میں وزن ہو ممکن ہے صاحب اعمال کی تسلی نہ ہو تو رجسٹر لائے جائیں گے اس سے بھی تسلی نہ ہو تو اعمال ہی سامنے کر دیئے جائیں۔ بہر حال تطبیق ممکن ہے۔

قال مجاھد القسطاس العدل بالرومیۃ

امام بخاری کا طریقہ ہے کہ آیت یا حدیث میں آئے ہوئے الفاظ کے مترادفات کا ذکر کر دیتے ہیں۔ دوسری زبانوں کی لغات کا عربی میں آنا اس میں ایک قول امام شافعی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے لغات عربی میں نہیں کہ یہ لسان عربی مبین ہے اگر ایسے ہے تو پھر مشکوٰۃ سجیل وغیرہ الفاظ کیسے آ گئے اس کا جواب ہے کہ یہ الفاظ تو لغات سے ہیں ایک ہی لفظ کئی زبانوں میں مشترک ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول ہے کہ الفاظ عجمی تھے پھر عربی میں منتقل ہوئے تو پھر بھی بلسان عربی مبین درست ہے کیونکہ انسانی مدنی الطبع ہے۔ تبدیلی کے ساتھ ایسے ہوتا رہتا ہے۔

مقسط کا مصدر اقساط ہے اس کا مجرد قسط ہے تو گویا قسط مصدر المصدر ہے کما قال ابن بطال اور اس کا معنیٰ عادل ہے یعنی مزید ہو تو عادل اور مجرد ہو تو ظالم اور مقسط من الافعال اگر بمعنیٰ ظلم لیا جائے تو بھی درست ہے کہ افعال میں ہمزہ سلب کے لئے آتا ہے تو پھر بھی معنیٰ عادل درست ہے یعنی ازالہ جور۔

قسطلانی نے لطیفہ نقل کیا کہ حجاج بن یوسف جس کے متعلق امام حسن بصری نے فرمایا۔ کہ اس امت کی ہر چیز کو خدا نے دوسروں پر فوقیت دی اگر قیامت میں دوسری امتوں کے ظلم اکٹھے ہوئے تو ہمارا ظالم (حجاج بن یوسف) بھی بڑھ جائے گا۔ ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہؓ و تابعین قتل کروائے۔ اور اس کا کارنامہ ہے کہ اشاعت قرآن کو دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ عجمی لوگ غلط نہ پڑھیں اس نے اعراب لگوائے۔ بڑی عظیم خدمت بھی ہے بہر حال اس نے مشہور تابعی سعید بن جبیر سے پوچھا۔ میں کیسا ہوں (کیف انا؟) فرمانے لگے انت عادل قاسط۔ لوگ سمجھے کہ ڈر گئے اور تعریف کی لیکن حجاج تو خود بڑا ماہر اور زبان دان تھا کہنے لگا انہوں نے مجھے مشرک اور ظالم کہا ہے۔ قاسط بمعنی ظالم یعنی و اما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا (ظالم جہنم کا ایندھن ہیں) اور عادل بمعنی مشرک یعنی وھم بربھم یعدلون (یعنی یہ لوگ دوسروں کو خدا کے

باقی بر صـ ۱۶

سید نور الحسن بخاری ملتان

فتنۂ انکارِ حدیث کی کتاب و سنّت سے مُدلّل تردید

حُجّیّتِ حدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عہد نبوّت اور قرونِ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے جُوں جُوں بعد ہوتا جاتا ہے خیر و ہدایت اُٹھتی جاتی ہے۔ اور شر و ضلالت پھیلتی جا رہی ہے۔ فتنوں کا دور دورہ ہے۔ فتنہ و فساد کا یہ طوفان و طغیان فطری اور لازمی ہے۔ اس دنیا کا خاتمہ اور قیامت کا قیام یقینی ہے اور جب تک دنیا میں خیر و صلاح کا نام و نشان باقی ہے۔ دنیا باقی ہے جب دنیا فتنہ و فساد سے بھر جائے گی۔ اور رُوئے زمین پر ایک بھی اللہ کا بندہ اللہ کا نام لیوا باقی نہ رہے گا۔ تب قیامت آئے گی۔

تو جس طرح دریاؤں کا بہاؤ نشیب کی سمت فطرتی اور قدرتی ہے۔ انہیں جانبِ فراز نہیں چلایا جا سکتا۔ اسی طرح فتنوں کا طوفان بھی فطرتی ہے۔ ان کے آگے بند تو باندھا جا سکتا ہے۔ ان کا سدِ باب نہیں کیا جا سکتا۔

یہ زمانہ فتنہ و فساد کا زمانہ ہے۔ ایک فتنہ ابھی فرو نہیں ہو پاتا کہ دوسرا برپا ہو جاتا ہے۔

دار العلوم دیو بند کی دینی خدمات

خدائے کریم و رحیم کی رحمت نازل ہو، علماء دیو بند کی قبور و مزارات پر! کہ وقت کا جو بھی فتنہ اُٹھا ان اکابر نے اس کی تردید و مدافعت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی، شدھی اور عیسائیت کی یلغار ہو یا نیچریت کی تحریک! ختم نبوّت کے خلاف سازش ہو یا حدیث کے خلاف فتنہ! صحابہ کرام رض کے خلاف طعن و تبرا کی تحریک ہو یا "تحقیق و تنقید" کا طوفان! الحاد و بے دینی کا طغیان ہو۔ یا تحریف و تجدّد کا سیلاب! ہر دشمنِ دین و ایمان فتنہ تحریک کی سرکوبی و بیخ کنی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی تو فرزندان و متعلقینِ دیو بند نے!

اگر ماضی میں ان فتنوں کے خلاف بانیٔ دار العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی۔ حضرت مولانا سید مرتضےٰ حسن چاند پوری امام اہلسنّت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی۔ امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ کی علمی و تبلیغی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ان حضرت کے مدافعانہ مجاہدانہ کارنامے تاریخ نظر انداز کر سکتی ہے۔ تو عہدِ حاضر میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب۔ مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہما العالی، حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر حضرت علامہ خالد محمود صاحب، حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشی اور حضرت مولانا عبد السّتار صاحب تونسوی مولانا عبد القادر آزاد کی دفاعی مساعیٔ حسنہ کے بارِ گراں سے ملّتِ اسلامیہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

فتنۂ انکارِ حدیث

دوسرے فتنوں کے ساتھ فتنۂ انکارِ حدیث کی تردید و مدافعت کا فریضہ بھی بحمد اللہ ابنائے دار العلوم دیو بند نے انجام دیا۔

چودھوی صدی نے جن فتنوں کو جنم دیا، ان میں ایک بڑا فتنہ انکارِ حدیث ہے۔ اس فتنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پڑھے لکھے جاہلوں کا فتنہ ہے۔ یہ ادیبوں، امیروں کا فتنہ ہے، یہ شہروں کا فتنہ ہے یہ کراچی۔ لاہور۔ پنڈی۔ پشاور کا فتنہ ہے۔ یہ کوٹھیوں بنگلوں کا فتنہ ہے۔ یہ دفتروں کا فتنہ ہے۔ یہ میزوں کرسیوں، کوچوں اور صوفوں کا فتنہ ہے، یہ کھاتے پیتے آسودہ حال اور متمول لوگوں کا فتنہ ہے۔

الصادق والمصدوق نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کی پیشگوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

۱۔ الاَ یُوشِكُ رجل شبعانُ علیٰ اریکتہ یقولُ علیکم ھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلالٍ فاحلوہ وما وجدتم فیہِ من حرامٍ فحرموہ [۱]

خبردار! عنقریب ایک شکم سیر آدمی اپنے آراستہ و مزین پلنگ یا صوفے پر بیٹھ کر کہے گا تم پر اس قرآن کا اتباع، فرض ہے، اس میں جو حلال ہے تم اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے تم اسے حرام جانو۔

اس روایت کو حضرت مقدام رض بن معدیکرب سے امام ابوداؤد، دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے علاوہ ازیں

۲۔ امام احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو رافع رض سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا اُلفینّ احدکم متکئًا علیٰ اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری وما وجدنا فی کتابِ اللہِ اتّبعناہ [۲]

میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں۔ کہ وہ اپنے آراستہ و مزین پلنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو۔ اس کے سامنے میرا حکم۔ از قسم امر و نہی پیش ہو اور وہ کہے میں اسے نہیں جانتا ہم تو جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے۔ اس پر عمل کریں گے۔

۳۔ حضرت عرباض رض بن ساریہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

اَیَحسَبُ اَحَدُکُم مُتکِئًا علیٰ اَرِیکتہ یَظُنّ انّ اللہ لم یحرم شیئًا الا ما فی ھذا القرآن۔ رواہ ابوداؤد [۳]

کیا تم میں سے کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ وہ مزین مسند پر تکیہ لگائے یہ خیال کرے کہ اس قرآن میں حرام کردہ امور کے سوا اللہ نے کسی چیز کو حرام نہیں کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں ارشادات میں اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ کہ منکرین حدیث خوشحال، اور سامانِ عیش و عشرت سے مالا مال ہوں گے۔ پُرتکلف امیرانہ زندگی گزارتے ہوں گے۔ اور خوب پیٹ بھر کر آراستہ و پیراستہ تختوں، مسندوں مزیّن صوفوں، پلنگوں اور مسہریوں پر نرم و نازک تکیوں سے ٹیک لگا کر احادیث

کا رد و انکار کریں گے۔

سچے خدا کے سچے رسول کی یہ پیشگوئی لفظ بہ لفظ پوری ہو کر رہی اور آج کوٹھی بنگلوں میں ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے والے اور فراغت و خوشحال اور عیش و نشاط سے زندگی گذارنے والے لوگ حدیث کی حجیت کا انکار کرتے ہیں۔ اور صرف قرآن کو حجت قرار دیتے ہیں۔

نبی الصادق والمصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس فتنہ کی خبر دی۔ فتنہ انگیزوں کے معیار زندگی کی نشان دہی فرمائی۔ بلکہ ان کے طرز استدلال سے بھی مطلع فرما دیا کہ وہ صرف کتاب اللہ قرآن کریم کو حجت قرار دے کر ارشاد رسول، حدیث نبوی کی حجت کا انکار کریں گے۔

لسان رسالت سے اس فتنہ کی تردید،

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دشمنان دین و منکرین حدیث کے اس استدلال کا رد بھی خود فرما دیا۔ ارشاد فرمایا۔

۱۔ الا انی اوتیت القرآن ومثله معه... وان ما حرم رسول الله كما حرم الله الا لا يحل لكم الحمار الاهلي۔

خبردار رہو! بلاشبہ مجھے قرآن دیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کے مثل بھی دیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ جو رسول اللہ نے حرام کیا ہے۔ وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح خدا کا حرام کردہ ہے۔ خبردار رہو پالتو گدھا تمہارے لئے حلال نہیں۔

اسی طرح حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان منکرین حدیث کے اس ادعاء باطل کا۔ کہ سوائے قرآن کے حرام کردہ کے اللہ نے کوئی چیز حرام نہیں کی۔

رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

۲۔ الا وانی والله قد امرت ووعظت ونهيت عن اشياء انها لمثل القرآن او اكثر وان الله لم يحل لكم ان تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا باذن۔

خبردار رہو! کہ میں نے خدا کی قسم! حکم دیا اور نصیحت کی اور کئی چیزوں سے منع کیا جو (تعداد میں) قرآن کی مثل ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال نہیں کیا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہو جاؤ۔

خلاصہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ارشادات میں قسم کھا کر فرمایا کہ میری مامورہ والمنہیہ اشیاء مقدار میں قرآن کی حلال و حرام کردہ اشیاء کے برابر ہیں۔ بلکہ ان کی تعداد قرآن کے حلال و حرام سے بھی زیادہ ہے۔

۲۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو قرآن کے ساتھ قرآن کے مثل بھی دیا گیا ہے یعنی آپ کو صرف قرآن نہیں دیا گیا، بلکہ قرآن کے ساتھ حدیث بھی دی گئی ہے۔

۳۔ ارشاد فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ چیز خدا کی حرام کردہ چیز کی طرح حرام ہے

۴۔ حضور نے مثال کے طور پر متعدد چیزوں کی حرمت کا بھی ذکر فرمایا، جن کی حرمت قرآن کریم میں نہیں ہے۔ بلکہ حضورؐ نے انہیں حرام فرمایا ہے۔ مثلاً گدھے کا حرام ہونا۔ یا اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی حرمت وغیرہا۔

۵ اہل کتاب کے گھروں میں داخلہ کی حرمت کو آپ نے اللہ رب العزت کی طرف منسوب فرمایا۔

ان الله لم يحل لكم ان تدخلوا...

حالانکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا۔ اس طرح آپ نے اپنے حکم کو خدا کے حکم سے تعبیر فرمایا۔

حدیث قرآن کی طرح حجت ہے

ان ارشادات نبویہ سے یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گئی۔ کہ نہ صرف حدیث، قرآن کی طرح حجت ہے۔ اور ارشاد رسول سے ثابت شدہ حلت و حرمت کتاب اللہ قرآن کریم سے ثابت شدہ حلت و حرمت کی مثل ہے۔ بلکہ یہ حقیقت بھی واضح اور منکشف ہو گئی۔ کہ

حدیث بھی قرآن کی طرح منزل من اللہ ہے

حدیث بھی قرآن کی طرح منزل من اللہ ہے، اور آپ کو قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث بھی دی گئی ہے

قرآن کریم سے اس کا ثبوت

یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں کہ کوئی منکر حدیث اسے "حدیث" کہہ کر رد کر دے بلکہ یہ قرآن سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن نازل نہیں ہوا قرآن کے ساتھ حکمت بھی نازل ہوئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔ ۱۔ واذكروا نعمت الله عليكم وما انزل عليكم من الكتب والحكمة (پ۲۔ س بقرہ ع ۲۹)۔

اور تم اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور خصوصاً اس کتاب اور حکمت کو جو اللہ نے تم پر نازل کی ہے۔

۲۔ وانزل الله عليك الكتاب والحكمة (ع ۱۲ پ ۵)

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی

۳ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کی طرح اس الحکمۃ کی بھی تعلیم فرماتے تھے۔

کئی مقامات پر ارشاد ہوتا ہے:۔

ويعلمهم الكتاب والحكمة۔

اور رسول انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا۔ ويعلمكم الكتاب والحكمة

حکمت کیا ہے

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اللہ کے ساتھ جو حکمت نازل فرمائی ہے اس سے کیا مراد ہے؟

حضرات مفسرین نے حضرات تابعین وائمہ اعلام سے اس سلسلہ میں متعدد قول نقل کئے ہیں۔

امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے مشہور مفسر قرآن تابعی حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔

والحكمة اى السنة - حکمت یعنی سنت (نبوی)

امام الفقہاء والمحدثین حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

وسنة الحكمة التي القى فى روعه عن الله عزوجل۔

اور حضور کی سنت وہ حکمت ہے۔ جو آپ کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی گئی ہے۔

تو الحکمۃ سے مراد سنت رسول ہے۔ جو قرآن کی طرح منزل من اللہ ہے۔

قرآن اور حدیث میں فرق

یہ حقیقت تو واضح ہو گئی۔ کہ قرآن کی طرح سنت و حدیث رسول بھی منزل من اللہ ہے۔ وحی الٰہی ہے فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ قرآن وحی متلو ہے۔ اور حدیث وحی غیر متلو۔ قرآن کریم کا مضمون بھی ربانی ہے اور الفاظ بھی ربانی ہیں۔

جبریل امینؑ الفاظ قرآنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے ہیں۔ حدیث شریف کا مضمون تو ربانی ہے مگر الفاظ ربانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ جبریلؑ اس کا مضمون کو خود قلب اقدس رسول اکرمؐ پر القا فرماتے ہیں۔ اور حبیب کبریا الفاظ کا جامہ جو آپ مناسب سمجھتے، ہیں اس مضمون کو پہنا دیتے ہیں۔

تو قرآن کریم، جبریل امینؑ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ اور حدیث بغیر کسی واسطہ کے بارگاہ رب العزت سے سیدھی قلب رسولؐ پر نازل ہوئی۔

محمد رسول اللہ

حیرت و استعجاب کا مقام ہے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ تو مانتے ہیں۔ مگر آپ کے ارشادات کو وحی الٰہی نہیں مانتے محمد بن عبداللہ کی ذاتی بات مانتے ہیں۔ یا تو یہ دل سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی نہیں جانتے رسول کے معنی، ہیں۔ پیغامبر، پیغام پہنچانے والا۔ دوسرے کا

پیغام پہنچاتا ہے۔ اپنی نہیں سُناتا۔ اگر وہ دوسرے کا پیغام لفظ بہ لفظ پہنچانے کی بجائے اپنی بات شروع کر دیتا ہے۔ تو وہ امین نہیں۔ خائن ہے۔ اور رسول کی پہلی اور آخری صفت یہ ہے کہ وہ امین ہو۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسند رسالت پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے امین مشہور تھے۔ اور رسول من الملائکہ، حضرت جبریل، امین مشہور ہیں قرآن ان کی آخری صفت امین ہونا بیان کرتا ہے ثَمَّ اَمِین۔ (پارہ ۳۰ سورہ تکویر)

تو رسول اللہ تو ہے ہی وہی جو اپنی نہ کہے، اللہ تعالیٰ کا پیغام حرف بہ حرف پہنچاوے۔

منکرِ حدیث یا منکرِ رسالت؟

تو جو لوگ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو حضورؐ کی ذاتی بات سمجھ کر رد کر دیتے ہیں وہ صرف منکرِ حدیث نہیں درحقیقت وہ منکرِ رسالت ہیں۔ اگر حضورؐ کی رسالت کے سچے دل سے قائل ہوتے تو آپ کی احادیث کو آیاتِ قرآنی کی طرح سر آنکھوں پر رکھتے۔

محمد بن عبداللہ یا محمد رسول اللہ

دوسرے یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ۔ اپنی تو وہ کہتا ہے۔ جو اپنا ہوتا ہے۔ اور جو اپنا ہوتا ہے اپنے باپ کے نام سے متعارف ہوتا ہے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اپنے ہیں۔ لہٰذا اپنے باپ کے نام سے پہچانے اور پکارے جاتے ہیں۔ نور الحسن ابن محمد شاہ سے لے کر علیؓ بن ابی طالبؓ عثمان بن عفانؓ عمرؓ بن الخطاب اور ابو بکرؓ ابن ابی قحافہؓ تک سب اپنے ہیں۔ اور اپنے اپنے باپ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ مگر ایک محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ جو نہ اپنے ہیں۔ نہ اپنے باپ کے نام سے متعارف ہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ ہیں کوئی کافر لاکھ محمد بن عبداللہ کہے مسلمان نہیں ہو گا۔ ایک دفعہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمدؐ رسول اللہ کہہ دے مسلمان ہو جائے گا۔ قرآن ہو، اذان ہو، تکبیر ہو۔ تشہد ہو، کلمہ ہو۔ ہر جگہ محمد، رسول اللہ ہیں۔ محمد بن عبداللہ کہیں بھی نہیں۔ تو جب محمد بن عبداللہ، محمد بن عبداللہ ہو کر۔ محمد بن عبداللہ نہیں رہے۔ محمد، رسول اللہ ہو گئے، تو اب آپ کی بات محمد بن عبداللہ کی بات کہاں رہی اب تو آپ کی ہر بات خُدا کی بات ہو گئی، محمد، رسول، اللہ ہو گئے۔ تو اس کے تو معنیٰ ہی یہ ہیں۔ کہ آپ کا ہر بول خدا کا بول ہے بس زبان آپ کی ہے۔ مگر آپ کی زبان پر بول خُدا کا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

خود اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پارہ ۲۷ سورہ نجم رکوع اول)

اور (نبی) اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ آپ کا ارشاد نری وحی ہے جو آپ پر بھیجی جاتی ہے۔

تو حقیقت یہ ہے کہ دین کے دائرے کے اندر نبی کا ہر فرمان خدا کا فرمان ہے۔ وحی خفی ہے۔ مُنزّل من اللہ ہے۔

صحابہ حکمِ رسول کو حکمِ خدا مانتے ہیں،

چنانچہ صحابہ کرام آپ کے امر و حکم کو اللہ کا امر و حکم مانتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو ہمیشہ فرمانِ خداوندی سمجھا۔

۲۔ حضرت علقمہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا۔ ”اُن عورتوں پر اللہ نے لعنت کی ہے جو جسم کو گودتی یا گدواتی ہیں۔ یا خوبصورتی کے لئے بال چنتی یا چنواتی ہیں۔ اور دانتوں کو باریک کرتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صورت میں تغیر و تبدل کرنا چاہتی ہیں۔“

ایک عورت اُن کے پاس آئی اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کتاب اللہ میں (اللہ تعالیٰ نے) لعنت فرمائی ہے۔ میں ان پر کیوں لعنت نہ کروں اس عورت نے کہا میں نے سارا قرآن پڑھا ہے اس میں تو وہ بات کہیں نہیں جو آپ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا۔ اگر تو قرآن سمجھ کر پڑھتی تو یہ بات ضرور اس میں پا لیتی۔ کیا تو نے نہیں پڑھا۔ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

رسول اللہ تمہیں جو کچھ دیں اسے لے لو۔ اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے رُک جاؤ۔

اس عورت نے کہا ہاں! یہ تو پڑھا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا۔ بالیقین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کی ممانعت فرمائی ہے۔

تو برگزیدہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ نے اس طرح ارشادِ رسول کو قرآن سے تعبیر فرمایا۔

حجت ہونے میں قرآن اور حدیث میں کوئی فرق نہیں

حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرات صحابہؓ نے امور شریعت میں خدا تعالیٰ اور رسول خدا کے درمیان کبھی تفریق نہیں کی۔ وہ جس طرح حکمِ قرآنی کو حجت تسلیم کرتے تھے اسی طرح ارشادِ رسولؐ کو بھی حجت تسلیم کرتے تھے۔ کسی مسئلہ کی صداقت کے لئے وہ صرف یہ دیکھ لیا کرتے تھے۔ کہ وہ کتاب اللہ یا ارشادِ رسولؐ سے ثابت ہے چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے مسئلہ ربوٰ کی تحقیق کرتے ہوئے حضرت ابنِ عباسؓ سے سوال کیا

سمعت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم او وجدت فی کتاب اللہ تعالٰے

آپ نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا یا کتاب اللہ میں دیکھا؟

حضرات صحابہؓ نے ایک ایک حدیث کیلئے سینکڑوں میل سفر کیا

اصحابؓ رسولؐ کے دل میں حدیث رسولؐ کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان پروانگانِ شمعِ رسالت نے ایک ایک حدیثِ رسولؐ کے لئے سینکڑوں میل کی مسافت بعیدہ طے کی۔ اور اس وقت! جبکہ سفر عموماً پیدل کیا جاتا تھا۔ یا اونٹ گھوڑے پر! موجودہ وسائلِ سفر عنقا تھے۔

۱۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ صرف ایک حدیث کے لئے پورے مہینے کا طویل سفر کر کے حضرت عبداللہ بن انیس کے پاس پہنچے۔ رحل جابر بن عبداللہ مسیرۃ شھر الی عبداللہ بن انیس فی حدیث واحد

۲۔ میزبانِ رسولؐ حضرت ابو ایوبؓ انصاری حضرت عقبہؓ بن عامر سے صرف ایک حدیث کے حصول کے لئے عالمِ پیری میں مدینہ طیبہ سے مصر پہنچے ان سے حدیث دریافت کی۔ اور فرمایا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں حدیث سُنی۔ اور اُونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔

۳۔ ایک صاحب حضرت ابو درداؓ کی خدمت میں دمشق کی مسجد کے اندر حاضر ہوئے۔ اور کہا۔

یا ابا الدرداء انّی جئتک من مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث بلغنی انک تحدثہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جئتُ لحاجۃ

حضرت ابو درداؓ میں مدینۃ الرسول سے آپ کے پاس ایک حدیث کے لئے آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ وہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس کے سوا میری حاضری کی اور کوئی غرض نہیں۔

غور فرمائیے! ایک حدیثِ رسولؐ کے لئے مدینہ طیبہ سے شام تک کا سفر!

۴۔ حضرات صحابہؓ کے بعد اجلّہ تابعین نے حدیث حاصل کرنے کے لئے دور دراز کے سفر کئے۔ سید التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث کے لئے کئی کئی دنوں اور کئی کئی راتوں کا سفر کیا۔ کنتُ لاسیر اللیالی والایّام فی طلب الحدیث لواحد

لمحۂ فکریہ

سوال یہ ہے کہ جب حدیثِ رسولؐ کا تشریع اسلامی میں کوئی مقام ہی نہیں۔ اور ارشادِ رسولؐ دین میں حجت نہیں۔ تو ایک ایک حدیث کے لئے پورے مہینے کی مسافتِ بعیدہ طے کرنے کی آخر ضرورت کیا تھی؟ کیا اس زمانہ کا سفر آج کا سفر تھا۔ ہوائی جہازوں اور کاروں کا سفر تھا؟ سیر و سیاحت اور تفریح

حدیث کا احترام!

حضرات تابعین بلا وضو حدیث روایت نہیں کرتے

حضرات تابعین قرآن کی طرح حدیث کا احترام کرتے تھے اور تلاوتِ قرآن کی طرح روایت حدیث کے لئے عموماً وضو کا التزام کرتے تھے۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

ابو عمر نے اس پر مستقل ایک فصل قائم کی ہے۔ کہ بعض تابعین بے وضو یا لیٹ کر حدیث سنانا مکروہ سمجھتے تھے۔ ضرار بن مرہ فرماتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں دستور یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وضو کئے بغیر بیان کرنا مکروہ سمجھا جاتا تھا اعمش کا طریقہ یہ تھا۔ اگر انہیں بے وضو حدیث بیان کرنے کی نوبت آتی تو تیمم کر لیتے شعبہ فرماتے ہیں کہ قتادہ وضو کئے بغیر حدیث کی روایت نہ کرتے تھے امام مالک فرماتے ہیں، کہ جعفر بن محمد جب حدیث کی روایت کرتے تو با وضو کرتے۔ ابو مصعب فرماتے ہیں، کہ خود امام مالکؒ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ ایک دن سعید بن المسیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ اس وقت بیمار تھے اور لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ لیٹے لیٹے حدیث بیان کرنا مجھے بہت مکروہ معلوم ہوتا ہے

ارشاد و بیان اور نقل و روایت کے لحاظ سے بھی قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں

جس طرح تنزیل و حجت، اور تحصیل و تکریم، احترام و تعظیم کے اعتبار سے قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح ارشاد و بیان اور نقل و روایت کے لحاظ سے بھی ان میں کوئی فرق نہیں دونوں کا مصدر و سرچشمہ نطقِ نبوت اور لسانِ رسالت ہے۔ دونوں کے مخاطب، سامع اور راوی و ناقل ایک ہیں۔ صحابہ کرامؓ اور پھر تابعین عظامؒ، پھر قرآن کو تو مان لینا اور حدیث کا انکار کرنا کم از کم ہمارے فہم و فکر سے بالاتر ہے۔

قرآن و حدیث میں فرق و امتیاز فرمایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے! یہ تو حضور کی صداقت کی دلیل اور نبوت کا ثبوت ہے۔ کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ قرآن ہے اور یہ حدیث" ورنہ دنیا نے تو دونوں چیزیں حضور ہی سے سنیں، سننے والوں نے حدیث سنی تو نطق نبوت سے! اور قرآن سنا تو زبانِ رسالت سے

حدیث ہی نے بتلایا یہ قرآن ہے

نہ ہم سے خدا نے فرمایا نہ جبرئیل امینؑ نے کہا، یہ قرآن ہے"

کس قدر احسان ناشناس اور محسن کش ہے دنیا! جو آج قرآن کی آڑ لے کر اس حدیث کے کفر و انکار پر تل گئی ہے۔ جس حدیث نے اسے قرآن سے روشناس کیا۔

حدیث نہیں تو قرآن کہاں

میں پوچھتا ہوں اگر حدیث سے انکار ہے تو قرآن کا ثبوت؟ اگر حدیث کا اعتبار ہے تو قرآن کا کیا اعتبار؟ (معاذ اللہ) حدیث ہی نے تو ہم کو بتلایا کہ یہ قرآن ہے منکرین حدیث کس منہ سے قرآن کو کتاب اللہ کہتے ہیں۔

قرآن تو صرف انہی کے لئے کتاب اللہ ہے۔ جن کا حدیث رسولؐ پر ایمان ہے۔ اور جن کے لئے حدیث حجت ہے۔

منکرین حدیث منکرین قرآن ہیں،

مختصر یہ کہ حدیث نہ صرف خود قابل حجت لائق اعتبار ہے، بلکہ قرآن کا اعتبار بھی حدیث ہی سے ہے۔ جو لوگ حدیث کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ وہ اگر فریب خوردہ ہیں تو نادانی سے غیر شعوری طور پر قرآن کو درجۂ اعتماد سے ساقط کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ فریب کار ہیں تو دانستہ طور پر "قرآن قرآن" کی دہائی دے کر قرآن کا انکار کر رہے ہیں۔ اور انتہائی عیاری و پرکاری سے غیر محسوس طور پر رائے عامہ کو قرآن کے خلاف آمادہ و منظم کر رہے ہیں تو درحقیقت یہ منکرینِ حدیث منکرینِ قرآن ہیں۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے جلد ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو تمہیں کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے۔ مگر خود کتاب اللہ کو چھوڑ بیٹھے ہوں گے"۔

۲۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو لسان منافق کہہ کر ان کی خبر دی ہے۔ فرمایا "اپنی امت کے حق میں مجھے جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ ہے وہ لسان منافق ہے۔ جو قرآن کو لے کر جدل کرے۔

قرآن تو انسانیت کو حضورؐ کے قدموں میں لاتا ہے،

ویسے بھی یہ لوگ کس منہ سے قرآن پر ایمان کا ادعا کرتے ہیں۔ جبکہ یہ "قرآن قرآن" کہہ کر حدیثِ رسولؐ سے دنیا کو بدظن، دور و نفور کرتے ہیں، اور قرآن انسانیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاتا ہے۔

۱۔ قرآن کہتا ہے۔ تم اگر اللہ کے محب ہو۔ اور محبوب بننا چاہتے ہو تو نبی کریمؐ کی اتباع کرو۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ
(پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۴)

اس آیت میں رب العزت نے اپنی محبت اور مغفرت کو رسولِ کریمؐ کی پیروی پر موقوف و منحصر ٹھہرایا ہے۔

۲۔ ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ایک عمدہ نمونہ ہے۔ تو اتباع اور پیروی کے لئے حضورؐ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔ اور پیروی اقوال و افعال دونوں کی ہوتی ہے۔ اور حضورؐ کے اقوال و افعال دونوں کے مجموعہ ہی کا نام حدیث ہے۔

۳۔ قرآنِ کریم کی متعدد آیات میں فرمایا گیا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ اللہ کی اطاعت کرو۔ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔

۴۔ بلکہ یہاں تک فرمایا گیا۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۱)

یعنی جس شخص نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔

اطاعت کہتے ہیں حکم کی تعمیل کو۔ فرمان پر عمل کرنے کو۔ تو رسولؐ کا حکم اور فرمان ہوگا۔ تو اس کی اطاعت اور تعمیل ہوگی۔ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فرمان ہی کو حدیث کہتے ہیں۔

تو اللہ رب العزت تو حدیث کی تعمیل و اطاعت کو قرآن کریم میں اپنی اطاعت فرما دیتے ہیں۔ اور یہ شہرخار ہیں۔ کہ "قرآن قرآن" کی دہائی دے کر رسولؐ کی حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ = تو معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ پورے جاہل ہیں۔ حدیث کی عظمت سے بے خبر ہی نہیں۔ بلکہ قرآن کے علم سے بھی کورے ہیں۔ اگر انہیں قرآن سے آگہی ہوتی۔ تو حدیث سے بغاوت نہ کرتے۔

حضرت میمون بن مہران نے آیت
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَإِلَى الرَّسُوْلِ
کی تفسیر میں کہا خدا کی طرف رجوع کرنا کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

تو قرآن میں بیسیوں مقامات پر اطاعت خدا کے ساتھ اطاعت رسولؐ کا حکم ہے۔ اور حضورؐ کی وفات کے بعد حضورؐ کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی جب تک حضورؐ کی سیرت پاک اور حدیث شریف کی اتباع و اطاعت نہ کی جائے۔

تدوین و جمعیت کے اعتبار سے بھی قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں

تدوین و کتابت کے اعتبار سے بھی قرآنؐ حدیث میں تشابہ و توافق ہے، اگر حدیث کی مکمل تدوین و تسوید عہد نبوی کے بعد عمل میں آئی تو قرآن بھی تو زمانۂ رسالت میں یکجا تحریر اور مجتمعاً مکتوب نہیں تھا۔ کتابی صورت میں قرآن کی جمعیت و کتابت بھی تو خلافت راشدہ کا شاہکار ہے۔ اگر متفرقاً اور جزواً جزواً قرآن کی کتابت عہد نبوت میں ہوئی تھی۔ تو زمانۂ رسالت میں احادیث کی کتابت بھی ہوئی تھی حضرت ابوبکر صدیق حضرت علی مرتضی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے عہد رسولؐ میں احادیث کی کتابت ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

عہدِ نبوت میں حدیث کی پہلی کتاب

عہد نبوت میں قرآن تو مجتمعاً کتابی صورت میں مرتب نہ تھا۔ لیکن حدیث کی کتاب الصادقہ عہد نبوت ہی میں مرتب ہوگئی تھی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا۔ لکھ لیتا تھا تاکہ یاد کر لوں۔ قریش نے مجھے منع کیا۔ اور کہا تم حضورؐ سے سنی ہوئی ہر بات لکھ لیتے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں غضب اور خوشی (دونوں) حالتوں میں باتیں کرتے ہیں (اکابر مہاجرین کے منع کرنے پر) میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو حضورؐ نے انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا۔

فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منه الا حق۔ اور فرمایا تم لکھ لیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (کوئی بھی حالت ہو) اس منہ سے حق کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا۔

۲۔ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس ایک کتاب دیکھی اور ان سے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو۔

فقال هذه الصادقة فیها ما سمعتُ من رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس بینی و بینه فیها احد۔

فرمایا یہ صادقہ ہے اس میں وہ احادیث ہیں جنہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپ کے اور میرے درمیان کوئی بھی حائل نہ تھا

منکرین حدیث کے ایک الزام کا مسکت جواب

منکرین حدیث کا حدیث کے خلاف ایک بہت بڑا طعن و الزام یہ ہے۔ کہ حدیث کا کیا اعتبار؟ یہ تو حضورؐ کے دو تین سو سال بعد لکھی گئی الصادقہ سے اس افتراء و بہتان کی قلعی کھل گئی اور معلوم ہو گیا۔ کہ قرآن کریم تو کتابی صورت میں عہد صدیقی میں جمع و مرتب ہوا۔ لیکن احادیث نبوی کا مجموعہ کتابی صورت میں عہد نبوت ہی میں مرتب و مدون ہو کر منظر عام پر آ گیا تھا۔ اور خود حضورؐ کریم کی اجازت سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے یہ احادیث لکھیں اور بلا واسطہ خود حضورؐ سے سن کر لکھیں اور اس مجموعے کا نام الصادقہ رکھا۔

اسد الغابہ میں ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا میں نے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزار حدیثیں حفظ کیں۔

ہزار حدیثیں تو حفظ تھیں۔ الصادقہ میں تو ہزار سے بھی زائد احادیث ہوں گی۔

کتابت احادیث رسولؐ بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور کریمؐ نے اپنے ارشادات و فرمودات کو نہ صرف لکھنے کی اجازت دی۔ بلکہ آپ نے خود انہیں لکھوا کر صحابہؓ کے حوالہ فرمایا۔ مثلاً۔

۱۔ آپ نے حضرت عمرو بن حزمؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان کے لئے ایک ضخیم و عظیم کتاب لکھوائی۔ جس میں فرائض و سنن اور دیات وغیرہ کا بیان تھا۔

(۱) مؤطا امام مالکؒ میں ہے۔
ان فی کتاب الذی کتبه رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمرو بن حزم فی العقول ان فی النفس مائة من الابل
جو کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے واسطے لکھی (لکھوائی)، تھی دیتوں کے بارے میں اس میں یہ تھا کہ جان کا خوں بہا سو اونٹ ہیں۔

(ب) سنن نسائی میں یہ الفاظ ہیں۔
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کتب الی اهل الیمن کتابا فیه الفرائض والسنن والدیات وبعث به مع عمرو بن حزم

۲ کتاب الصدقہ، اسی طرح آپ نے اپنی اخیر عمر میں زکوٰۃ سے متعلق مسائل و احکام قلمبند کرا دیئے تھے۔ اس کا نام کتاب الصدقہ تھا۔ اسے عمال و حکام کو روانہ کرنے سے قبل آپ وفات پا گئے تو آپ کے خلفاء نے اسے نافذ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔
کتب رسول الله صلی الله علیه وسلم کتاب الصدقة فلم یخرجه الی عماله حتی قبض فقرنه بسیفه فعمل به ابوبکر حتی قبض فکان فیه ...
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل زکوٰۃ سے متعلق کتاب لکھی (لکھوائی)، ابھی اسے اپنے عاملوں کے پاس بھیجنے نہ پائے تھے کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اسے اپنی تلوار کے ساتھ لگا دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کے مطابق عمل کیا۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اس کتاب میں تھا۔

تاریخ تدوین حدیث

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ حدیث کی پہلی کتاب:۔

۱۔ الصادقہ خود عہد نبوت ہی میں منظر عام پر آ گئی تھی۔ اس لئے یہ کہنا جہالت ہی جہالت ہے کہ حدیث حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لکھی گئی۔

۲۔ الصادقہ محفوظ نہ رہ سکی اس کے بعد تتمہ خلافت راشدہ عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے سرکاری طور پر حدیث کی تدوین و اشاعت کی، حضرت سعد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں۔
امرنا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فکتبناها دفترا دفترا فبعث الی کل ارض له علیها سلطان دفترا۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ہمیں احادیث جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے کئی کتابیں تیار کیں حضرت عمر ثانی، نے جہاں جہاں ان کی حکومت تھی ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سنہ ۹۹ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ تو۔

احادیث کی یہ کتابیں بھی پہلی صدی ہجری میں لکھی گئیں، نہ کہ حضورؐ کے دو تین سو سال بعد

۳۔ یہ کتابیں بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ ان کے بعد ابن شہاب زہریؒ پہلے آدمی ہیں۔ جنہوں نے حدیث کو مدون کیا،، ابن شہاب کا سن وفات ۱۲۴ھ ہے، یہ کتابیں بھی گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو سال بعد لکھی گئیں۔

۴۔ مصنفات ابن شہاب زہریؒ بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ ان کے بعد حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا کو مرتب کیا۔ جو آج تک بفضلہ تعالیٰ باقی ہے۔ مقبول ہے۔ متداول ہے تو آج حدیث کی موجودہ کتابوں میں سے سب سے قدیم امام دارالہجرۃ حضرت امام مالکؒ کی تالیف لطیف مؤطا ہے حضرت امام کا سن وفات ۱۷۹ھ ہے گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریباً ڈیڑھ سو سال بعد حدیث کی یہ شہرہ آفاق کتاب عالم اسلام میں شائع ہو گئی۔

مگر معاندین ومخالفین حدیث ہیں کہ برابر دو تین سو سال بعد کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔

بقا وحفاظت کے لحاظ سے قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں

اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک قرآن کریم کی بقا وحفاظت کی طرح اپنے رسول معصوم کے کلام پاک احادیث شریفہ کی بقا وحفاظت کا بھی انتظام فرمایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح آج قرآن کریم کی ایک ایک آیت محفوظ ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت اور ایک ایک حدیث محفوظ ہے۔

قرآن کریم کا حافظ تو آپ کو سینکڑوں ہزاروں میں کوئی ایک ملے گا۔ مگر حضورؐ کی سنت کا حافظ ہر مسلمان ملے گا۔ جو مسلمان طہارت کرتا ہے۔ وہ حضور کی سنت کا حافظ ہے، جو مسواک کرتا ہے وہ حضورؐ کی سنت کا حافظ ہے جو بیٹھ کر دائیں ہاتھ میں برتن لے کر بسم اللہ کہہ کر پانی پیتا ہے اور تین سانس درمیان میں لیتا ہے۔ وہ حضور کی سنت کا حافظ ہے۔ جو بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا ہے۔ اور اپنے آگے سے کھاتا ہے اور کھانا ختم ہوتے پر الحمد للہ کہتا ہے۔ وہ حضور کی سنت کا حافظ ہے، جو بیت الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھتا ہے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر رکھتا ہے وہ حضور کی سنت کا حافظ ہے جو رفع حاجت کے وقت کعبہ کی طرف نہ منہ کر کے بیٹھتا ہے نہ پشت! بلکہ شمال یا جنوب کی طرف منہ کر کے بیٹھتا ہے اور بیٹھ کر فارغ ہوتا ہے۔ وہ حضور کی سنت کا حافظ ہے۔ جو فراغت کے بعد پانی سے طہارت کرتا ہے اور طہارت کے بعد مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھ دھوتا ہے۔ وہ حضورؐ کی سنت کا حافظ ہے، جو حجامت بنواتا ہے ناخن ترشواتا ہے، اپنے بچوں کا ختنہ کراتا ہے، وہ حضورؐ کی سنت کا حافظ ہے۔

منکرِ مے بودن و ہمرنگِ مستاں زیستن

تعجب ہے ان "شرفاء" پر! جو حضورؐ کی حدیث اور سنت کی حجیت کے تو منکر ہیں مگر ختنہ بھی کراتے ہیں، حجامت بنواتے ہیں۔ دانت صاف کرتے ہیں، بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں۔ بیٹھ کر رفع حاجت کرتے ہیں، کعبہ کی طرف منہ کر کے اور کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرتے۔ کیا ان باتوں کا حکم صریح تو کجا! اشارہ تک بھی قرآن میں موجود ہے! حقیقت یہ ہے۔ کہ کوئی دشمن رسول لاکھ زبان سے حضورؐ کی سیرت و سنت کا مخالف ہو، مگر عمل کی دنیا میں اسے رسول کریمؐ کی غلامی کے بغیر چارہ نہیں۔

انسان کو حضورؐ کی غلامی سے مفر نہیں

اگر انسان ہے، تو بہر حال حضور کی غلامی کرے گا۔ اور اگر کوئی حضورؐ کی سنت کا باغی ہے تو اسے کہو وہ نہ طہارت کرے، نہ غسل نہ ہاتھ منہ دھوئے، نہ دانت صاف کرے نہ کپڑے دھوئے نہ حجامت بنوائے، نہ مونچھیں کٹوائے، نہ ناخن ترشوائے، نہ بغلیں وغیرہ صاف کرے، زیادہ نہیں صرف ایک مہینہ ایسا کر کے دیکھ لے، کہ پھر وہ انسان ہے یا حیوان؟ بچے اس کی شکل دیکھ کر ڈرتے ہیں، اور انسان اس کی بدبو سے دور بھاگتے ہیں یا نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ کی سیرت وسنت سے بغاوت کر کے آدمی انسان نہیں رہ سکتا۔ حضورؐ کی غلامی کے بغیر اسے انسانیت کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ انسانیت تو نام ہے حضورؐ کی غلامی اور رسول کریم کی اتباع سنت کا! صلی اللہ علیہ وسلم!

حدیث کی حفاظت

یہ تو تھا حضورؐ کی سنت کی حفاظت کا اہتمام! اب ذرا حدیث کی حفاظت کا کمال ملاحظہ ہو، کہ قدرت نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کے بیان یعنی حدیث ہی کو نہیں بلکہ ان احادیث کے راویوں تک کے حالات کو محفوظ کر لیا۔ مؤطا، صحیح بخاری صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد سے لے کر بیسیوں ضخیم وعظیم کتابیں ہیں جن میں رسول کریمؐ کی اداؤں اور سنتوں، آپ کے اعمال و کردار اور آپ کے ارشادات و فرمودات بہ سند منقول و مروی ہیں، ہزاروں کی تعداد میں یہ احادیث رسول قیامت تک بالکل اسی طرح محفوظ رہیں گی جس طرح آیات قرآنی محفوظ ہیں نہ صرف احادیث رسول قیامت تک محفوظ رہیں گی، بلکہ اللہ رب العزت نے ان خوش بخت قدوسیوں کو بھی بقائے دوام عطا فرمادی جنہوں نے حضورؐ اکرم سے ان احادیث کو سنا یا حضورؐ کی اداؤں کو دیکھا اور دنیا تک پہنچایا بلکہ اصحابؓ رسول کے بعد ان ہزاروں تابعین و تبع تابعین کے حالات بھی قیامت تک محفوظ کر لئے۔ جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے ان احادیث رسول کو روایت کیا۔

علم اسماء الرجال،

اس اُمت میں اسماء الرجال کا مستقل علم ہے جو اور کسی امت میں نہیں۔ اسماء الرجال کی گئی ضخیم کتابیں ہیں۔ جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں ان میں ان ہزاروں اشخاص کی سیرت و شخصیت سے بحث کی گئی ہے۔ جنہوں نے حضور کی کسی حدیث یعنی آپ کے ارشاد یا عمل، قول یا فعل کو روایت کیا۔

روایت کی سند

پھر اس اُمت میں سند کی ایک ایسی نعمت ہے جو اور کسی اُمت کو نہیں ملی، آج حضورؐ کریم کا کوئی قول یا کوئی فعل ایسا نہیں، جس سے پہلے اس کی سند بیان نہ کی گئی ہو تاکہ راویوں کو جانچ کر دیکھ لیا جائے۔ کہ یہ حدیث رسول کہاں تک صحیح ہے۔

بے نظیر اہتمام حفاظت

انسانیت کی پوری تاریخ میں اس کی مثال پیش کر سکتے ہو تو کرو۔ کہ صرف ایک شخصیت عظمیٰ کے ارشادات و سنن ہی نہیں۔ بلکہ اُس کی پوری زندگی کے۔ جمیع حالات و واقعات کو محفوظ کرنے کے لئے ہزاروں بلکہ لاکھوں اشخاص کی مختصر مگر جامع تاریخ لکھ ڈالی گئی ہو۔ حضورؐ سے پہلے ہزاروں انبیاء علیہم السلام گزرے، مگر ماسوائے کم و بیش دو درجن حضرات کے باقیوں کے نام تک آج کسی کو معلوم نہیں اور جن کے اسماء معلوم ہیں ان کی زندگی کے حالات دو چار منٹ سے زیادہ کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ ادھر یہ حال ہے کہ۔ حضورؐ کریم کی پوری حیات طیبہ، سیرت مقدسہ، سنت مطہرہ اور ارشادات طیبہ ہی محفوظ و مدون نہیں بلکہ جن خوش نصیب لوگوں نے ان کو محفوظ و مرتب کیا۔ قدرت نے ان پوری زندگی

کی مستقل کتاب مرتب و مدون کرڈالی

لمحہ فکریہ

قدرت کے اس تضادِ عمل میں اہل فہم و فکر کیلئے بصیرت و نصیحت اور سبق و عبرت کا کوئی بھی سامان نہیں؟ اس کرشمۂ قدرت سے یہ حقیقت ثابت نہیں ہوتی کہ جن حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ مقدسہ پر وقتی معاشرہ کی اصلاح منحصر تھی، ان کی حیاتِ طیبہ اور سیرت و تعلیمات کو اس وقت تک رکھا بعد کے لئے نہ ان کی ضرورت تھی نہ انہیں محفوظ اور باقی رکھا مگر نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء والمرسلین کی حیاتِ مقدسہ اور سیرت و سنّتِ مطہرہ پر قیامت تک پوری انسانیت کی صلاح و فلاح اور ہدایت و نجات موقوف و منحصر تھی، اس لئے اس کی جزئیات تک کو آیاتِ قرآنی کی طرح قیامت تک محفوظ فرمایا۔ بلکہ اس کے راویوں کو بھی حیاتِ جاوداں سے سرفراز فرمایا۔

وعدہ الذکر کی حفاظت کا ہے نہ کہ قرآن کی حفاظت کا

اور شائد اسی لئے ربّ العزّت نے صرف قرآن کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ فرمایا

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝

تو الذّکر میں قرآن کے ساتھ حدیث و سنّتِ رسول بھی شامل ہے۔ ربّ العزّت نے نہ تنہا قرآن کو نازل کیا اور نہ تنہا قرآن کی حفاظت فرمائی۔ قرآن کے ساتھ الحکمۃ یعنی نبیؐ کریم کی سنّت نازل بھی فرمائی اور قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ نبی کریم کی سیرت و سنّت کو قیامت تک محفوظ بھی رکھا۔

قرآن کی حقیقت

حدیث کی حفاظت درحقیقت قرآن کی معنوی حفاظت ہے، قرآن کے الفاظ و آیات ظاہرِ قرآن ہیں۔ حقیقتِ قرآن کیا ہے؟ ان الفاظ قرآنی سے جو مرادِ ربّانی ہے وہ ہے حقیقتِ قرآن، اور مرادِ ربّانی کو کوئی بھی شخص نہیں جان سکتا سوائے اس محبوبِ ربّانی کے، جن کے ساتھ اللہ کی بات چیت ہے۔ اللہ ربّ العزّت اپنے رسولِ معصوم کو صرف کتاب و حکمت وحی ہی نہیں فرماتے بلکہ اپنی وحی کی مراد سے اپنے رسولؐ کو مطلع فرما کر اس پر عمل کا حکم بھی دیتے ہیں۔

وَاتَّبِعۡ مَا يُوۡحٰۤى اِلَيۡكَ (پارہ ۱۱ خاتمہ سورۂ یونس) تو نبی کریم وحی الٰہی کو اپنے قلب و دماغ میں محفوظ رکھ کر مرادِ الٰہی و مطلوبِ ربّانی کے مطابق عمل کر کے دنیا کو دکھا دیتے ہیں۔ یا اپنی زبان وحی ترجمان سے وحی الٰہی کی مراد بیان فرما دیتے ہیں اصطلاح میں تو اسے سنّتِ رسول یا حدیثِ رسول کہا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ حقیقتِ قرآنی ہے، اور مرادِ ربّانی۔

حدیث قرآن کی مراد متعین کرتی ہے

اگر قرآن کے صرف الفاظ محفوظ ہوں، اور ان الفاظ کی مراد متعین نہ ہو تو ہر شخص اپنی ہوا و خواہش کے مطابق جو معنیٰ چاہے کر کے قرآن کو بازیچۂ اطفال بنا سکتا ہے۔ قرآن چونکہ بچوں کا کھیل نہیں یہ بازیچۂ طفلاں نہیں، یہ انسانیت کی نجات و ہدایت کا ابدی اور غیر فانی دستور و نظام ہے۔ اس لئے ربّ العزّت نے اپنے قرآن کی حقیقت اور اپنے کلام سے اپنی مراد اپنے رسولؐ کی سنّت و حدیث کی شکل و صورت میں دنیا کے سامنے واضح کر دی تاکہ کوئی ملحد و زندیق اپنی خواہشات و ہوائے نفسانی کے مطابق معنیٰ کر کے قرآن کو کھیل نہ بنا سکے۔

انکارِ حدیث کی حقیقت

جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں، کہ جب تک رسولؐ کی سنّت اور حدیث، قرآن کی پُشت پر ہے ہم دین میں من مانی نہیں کر سکتے، ہم قرآن کو اپنی اغراضِ فاسدہ و اہوائے خبیثہ کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ دشمنانِ دین و قرآن پہلے حدیث پر ہاتھ صاف کرتے ہیں تاکہ قرآن کی معنوی تحریف کے لئے راہ صاف ہو سکے۔ مگر حضور کی سنّت اور حدیث قرآن کے ساتھ ساتھ قیامت تک باقی ہے۔ اس لئے کوئی ملحد و محرّف اپنے مقاصدِ ملعونہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

قرآن کی مراد بیان کرنا صرف رسول کا کام ہے

جو شترِ فارِ لغت اور ادب کی بنا پر قرآن فہمی کا زعم رکھتے ہیں۔ ان سے زیادہ جاہل اور بے ادب کوئی نہیں۔ قرآن کی حقیقت اور الفاظِ قرآنی سے مرادِ ربّانی کا بیان صرف اللہ کے رسول کا حق ہے۔ ربّ العزّت فرماتے ہیں۔

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (پارہ ۱۴ نحل)

ہم نے آپ پر الذکر اتارا تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے خوب واضح کر دیں۔

تو قرآن کی حقیقت اور کتاب اللہ کی مراد بیان کرنا صرف رسول کا مقام ہے۔ جو لوگ حضورؐ کے قدموں میں آئے بغیر قرآن کے بڑے مفسر بنے پھرتے ہیں، ان سے بڑا احمق اور جاہل کون ہو سکتا ہے؟

قرآن اور سنّت کا باہمی ربط و تعلّق

۱۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَوۡلَا السُّنَّةَ مَا فَهِمَ اَحَدٌ مِّنَّا الۡقُرۡاٰن۔

اگر نبی کریمؐ کی سنّت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن نہ سمجھ سکتا۔

۲۔ امام احمد بن حنبل اور امام ابن عبد البر رحمہما اللہ کہتے ہیں۔ سنّت کتاب اللہ کی تفسیر کرتی ہے۔ کتاب اللہ کو بیان کرتی ہے۔

۳۔ (ایک شخص کہہ رہا تھا کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے) حضرت عمرانؓ بن حصین (صحابیِ رسول) نے فرمایا تو احمق ہے۔ کیا قرآن میں کہیں ظہر کی چار رکعتیں اور ان میں جہر نہ ہونا مذکور ہے۔ اس کے بعد فرمایا:۔

ان کتاب اللہ ابهم هذا و ان السنته تفسّر ذلك۔

کتاب اللہ نے اس کو مبہم رکھا۔ پھر سنّتِ رسول نے اس کی تفسیر کر دی۔

۴۔ تو حدیثِ رسول کتاب اللہ کے ابہام کی تفسیر اور اجمال کی تفصیل کرتی ہے۔

۴۔ حدیث کے شہرہ آفاق امام علامہ ابن عبد البرّ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دو قسم کا بیان ہوا ہے۔ مجمل قرآنی احکام کا بیان مثلاً اوقاتِ نماز، احکامِ رکوع و سجود، زکوٰۃ و مناسکِ حج، یہ تمام فرائض قرآن میں مذکور ہیں مگر مجمل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح و تفصیل فرما دی۔ بیان کی دوسری قسم قرآنی احکام پر اضافہ ہے۔ مثلاً پھوپھی یا خالہ نکاح میں ہو تو اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ یا گدھے اور درندے کا گوشت حرام فرمایا ہے۔ خدا نے ہمیں اپنے رسول کی اطاعتِ مطلق کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا بے چون و چرا اطاعت کرنا چاہیے۔

۵۔ امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

لان الكتاب يكون محتملا لامرين فاكثرفتاتی السنية متعين احدهما

قرآن کی عبارت میں کبھی دو باتوں کا کبھی اس سے بھی زیادہ کا احتمال ہوتا ہے۔

اور یہ متعین نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مراد کیا ہے۔ حدیث ان میں سے ایک احتمال متعین کر دیتی ہے۔ اور وہی قرآن کی مراد سمجھی

جاتی ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینا مقرر فرمائی ہے۔ مگر یہ بیان نہیں فرمایا کہ کتنے مال چرانے کی یہ سزا ہے۔ اسی طرح یہ بھی تفصیل نہیں کی۔ کہ کتنا ہاتھ کاٹا جائے۔ ان احتمالات کو سنّت نے صاف کر کے بتلا دیا کہ جس مال کی چوری سے ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے۔ وہ مثلاً کم از کم دس درہم کی مقدار ہونا چاہیئے اس کے بعد جب ہاتھ کاٹا جائے تو پہونچے پر سے کاٹا جائے اس کا مطلب یہ نہیں۔ یہ احکام حدیث سے ثابت ہیں۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ یہ احکام خود قرآن سے ثابت شدہ ہیں حدیث نے صرف یہ بتلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہاں مراد یہ تھی۔

فکان السنۃ بمنزلۃ التفسیر والشرح لمعانی احکام القرآن۔

گویا سنّت کتاب اللہ کے احکام کے لئے بمنزلہ تفسیر اور شرح کے ہے۔

درحقیقت قرآن و حدیث کتاب و سنّت میں متن و شرح، اجمال و تفصیل اور ابہام و تفسیر کا ربط ہے۔ قرآن کریم بمنزلہ متن ہے۔ اور حدیث بمنزلہ شرح کتاب اللہ میں اجمال و ابہام ہے۔ اور حدیث رسول اللہ میں اس کی تفصیل و تفسیر ہے۔ ان میں باہم جو ربط ہے۔ اس کے پیش نظر ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جس طرح ایمان کے سلسلہ میں خدا کی توحید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی انسان لاکھ نہیں کروڑ بار لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرے۔ مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک محمدؐ رسول اللہ نہ کہے۔ اسی طرح کوئی شریف لاکھ قرآن کا مفسّر و عامل بنا پھرے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ نجات نہیں ہو سکتی۔ جب تک رسولِ کریمؐ کی سنّت سے تمسک نہ کرے۔

نجات و ہدایت قرآن سنّت پر منحصر ہے

حضرت امام زہری رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے۔ ہمیں اہل علم صحابہؓ سے یہ عقیدہ معلوم ہُوا ہے:

الاعتصام بالسنن نجات۔

سنّت پر عمل کرنا، نجات اسی میں ہے۔

اور خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو ہدایت کو کتاب اللہ کے ساتھ اپنی سنّت کے اتباع پر موقوف و منحصر ٹھہرایا ہے۔ فرمایا:۔

ترکتُ فیکم امرین لن تضلّوا ما تمسّکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔[1]

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور سنّتِ رسولؐ[2]۔ جب تک ان دونوں پر کاربند رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

جو لوگ سنّت رسولؐ سے اعراض و اجتناب کر کے قرآن کو کافی سمجھتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ خدا کو کافی سمجھ کر رسول کا صاف کفر و انکار کر دیں۔ اگر حدیث، قرآن کے خلاف سازش ہے تو محمدؐ رسول اللہ، لا الٰہ الا اللہ کے خلاف کیوں سازش نہیں؟ پھر تو رسالت بھی توحید کے خلاف سازش ہے (معاذ اللہ) بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو گیا۔ کہ تشریح اسلامی میں حجّیت ہونے، مُنزّل من اللہ یعنی فرمانِ خداوندی ہونے کے علاوہ تعظیم و احترام، بیان و ارشاد، نقل و روایت، تدوین و کتابت، بقاء و حفاظت اور اثر و ہدایت کے لحاظ سے قرآن و حدیث میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کے ناطق و مبین حضورؐ کریم ہیں، دونوں کے سامع و مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں۔ دونوں کے راوی ناقل صحابہؓ و تابعین ہیں دونوں کا زمانۂ ضبط و کتابت عہد نبوّت ہے دونوں کا عہد ترتیب و تدوین عہد صحابہؓ ہے۔ دونوں کی قیامت تک بقا و حفاظت کا ذِمّہ خدا نے لیا ہے دونوں کو ہدایت کا مدار حضورؐ نے ٹھہرایا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرات تابعین دونوں کا برابر احترام کرتے تھے۔

خلاصہ

یہ کہ ہر لحاظ سے دونوں میں تشابہ و توافق اور وحدت و یکرنگی ہے۔ لہٰذا قرآن کو ماننا اور حدیث کو نہ ماننا بہت بڑی زیادتی و دورنگی ہے جب کسی اعتبار سے قرآن و سنّت میں کوئی خاص فرق نہیں تو یا تو دونوں کو ماننا پڑے گا۔ یا دونوں کا انکار کرنا پڑے گا۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

خدا ہم۔ سب کو ہدایت عطا فرمائے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین خصوصًا علیٰ حبیبہ سیدنا محمدٍ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۰

بقیہ فیضان حکمت صفحہ سے آگے

برابر کرتے ہیں۔ تو مشرک ہیں، خیال کریں کہ اتنا بڑا ظالم لیکن قرآن کی حقیقت کو کیسے سمجھتا ہے اور آج ہر ایک کو قرآن دانی کا دعویٰ تو ہے لیکن جو حال ہے وہ سب دیکھ رہے ہیں اللہ بچائے۔

حدیث ا خفیفتان علی اللسان ظاہر ہے کہ کلمات مختصر ہیں پڑھنے میں تکلیف نہیں دیر نہیں لگتی ثقیلتان فی المیزان پہلے گزرا کہ ایک رجسٹر ۹۹ رجسٹروں پر بھاری ہو گا تو نقل بھی درست ہے بشرطیکہ نیت خالص ہو۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ باری تعالیٰ کی صفات تین قسم کی ہیں۔ سلبی صفات یعنی وہ مکان سے پاک ہے زمان سے پاک ہے اس کی اولاد نہیں ہر قسم کے عیوب و نقائص سے منزہ ہے اس کی تعبیر سبحان اللہ سے ہوتی ہے کہ وہ قادر و مختار ہستی ہر قسم کے عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا ہے دوسری قسم صفات ذاتیہ کی ہے۔ ان کی تعبیر الحمد للہ سے ہوتی ہے۔ کہ وہ ذات قدیم و غفور تمام تعریفوں کی مستحق ہے کہ ہر قسم کی صفات محمودہ سے متصف ہے تیسری چیز افعال باری ہیں اس کی تعبیر عظیم سے ہوتی ہے یعنی خداوند کریم اپنے بلند افعال کے سبب عظمت سے متصف ہے تو تخلقوا باخلاق اللہ (کہ باری تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرو) کے تحت ہر قسم کے عیوب و نقائص سے ہمیں پاک ہونا چاہیے چوری ڈاکہ شراب خوری راہزنی سمگلنگ ذخیرہ اندوزی ملاوٹ غرضیکہ ہر وہ برائی جو انسانیت کے خلاف ہے اور جس کی مذہب اجازت نہیں دیتا۔ اس کو چھوڑنا ہی سبحان اللہ کا اقتضا ہے سچ بولنا، صلہ رحمی۔ احسان و مروّت، غرباء و یتامیٰ کی کفالت جیسی جملہ اچھی صفات مذہب نے سکھلائی ہیں اور محمد مدنی علیہ السلام نے جن کی تعلیم دی ان کا اپنانا الحمد للہ کے منشا کو پورا کرنا ہے اور اس کے بعد ایسے کام کرنا جو بلند و بالا ہوں جن سے مسلمان کا دنیا میں وقار ہو ایسے کاموں کے کرنے سے ہم صاحبِ عظمت ہو سکتے ہیں اور العظیم کا مقصد یہی ہے کہ مسلمان وہ کام کریں جو ان کی شان کے مطابق ہوں۔

باری تعالیٰ توفیق عمل دیں۔ آمین

بقیہ انکار حدیث کے نقصانات

تو اسلام کے کامل اور مکمل ہونے کی دلیل ہمارے پاس کیا ہو سکتی ہے ایسے اشارات اور مجمل قواعد تو دوسرے ادیان میں موجود ہیں اسلام کا طرۂ امتیاز تو یہی ہے کہ اسلام میں تعلیم کتاب اللہ تشریح کتاب اللہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی میں موجود ہے۔ اگر ان ہدایات کو قابل قبول نہ سمجھا گیا تو اسلام کے کمال کا دعویٰ درست نہ ہو سکے گا۔

نزول قرآن کا مقصد

اور

حاملین قرآن کی ذمہ داریاں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

حضرات! اللہ تعالیٰ کے کلام سے تعلق رکھنے والی ہر چیز وہ حفظ ہو یا تجوید، تفسیر ہو یا قرآن مجید کی تلاوت — بڑی معزز اور مکرم چیز ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ساتھ میں آپ کے منصب نبوت کے فرائض اور اس کی ذمہ داری کے سلسلہ میں فرمایا هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین (الجمعہ)

(ترجمہ) وہ پاک ذات ہے جس نے کہ ان پڑھوں میں ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرمایا جو ان کو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی تربیت فرماتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

منصبِ نبوت اور اس کا کام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے چار شعبہ ہیں جو گویا فرائض چہارگانہ ہیں۔

تلاوت:- پہلا فریضہ اور پہلا شعبہ ہے — تلاوت آیات، قرآن مجید کی آیات کو پڑھ کر سنا دینا یہ بھی اتنی اہم چیز اور ایسا بلند فریضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے شعبوں کے سلسلہ میں سب سے پہلے اسی کا ذکر فرمایا ہے۔

تزکیۂ نفس دوسرا فریضہ ہے یزکیهم نفوس کی تربیت کرنا، نفوس کو مہذب بنانا، اخلاق رذیلہ نکالنا اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنا . . . . . . اور وہ صفت پیدا کرنا جس کا قرآن مجید میں دوسری جگہ ذکر ہے۔

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک هم الراشدون۔

(ترجمہ) لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دیدی ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

نزولِ قرآن کا اہم ترین مقصد

قرآن مجید کے نزول کا مطلب یہ نہیں کہ وہ الفاظ اور حروف کی شکل میں کتابوں میں اور اس کے بعد سینوں میں محفوظ ہو جائے، لوگ اس کو پڑھ سکیں اور اس کو سنا سکیں اور اس کو یاد کریں اور پڑھتے رہیں، بلکہ نزول قرآن کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ عقائد کی اصلاح ہو اور قلوب اور نفوس کی اصلاح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں فریضوں کی تکمیل فرمائی۔ صحابہ کرام آپ کی اس محنت کا زندہ ثبوت تھے، ان کے نفوس کیسے مصفیٰ تھے۔ ان کی کیسی تربیت ہو چکی تھی کہ کفر و شرک کی نفرت ان کے دلوں میں بیٹھ چکی تھی، اور ایمان کی محبت پیوست ہو چکی تھی۔ ایثار کا مادہ ان کے اندر پیوست ہو چکا تھا۔ عبادت کا ذوق ان پر غالب آچکا تھا۔ خدمت خلق کا جذبہ ان کے اندر نمایاں تھا۔ ان کے اندر سے نفسانیت کا کانٹا نکل چکا تھا، حب دنیا ان کے اندر سے بالکل ناپید ہو چکی تھی حب جاہ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ صحابہ کرام میں سے ایک ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب تزکیہ اور آپ کے تزکیہ کارنامہ کا زندہ ثبوت تھے۔ ضرار ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں کہتے ہیں کہ میں شرک کی حالت میں اس نیت سے نکلا کہ میں وہ کام کروں۔ جو قریش نہیں کر سکے، یعنی معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی پر دست درازی کروں، موقعہ اچھا تھا، آپ تنہا طواف کر رہے تھے، میں نے بھی طواف کرنا شروع کر دیا اس فکر میں رہا کہ ذرا کچھ موقع ہو کہ آپ کا اور میرا سامنا ہو جائے تو میں اپنا کام کروں۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر بلایا، میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ضرار تمہارا کیا ارادہ تھا، میں نے کہا کچھ نہیں۔ میں طواف کر رہا ہوں، آپ ہنسے اور آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا، خدا کی قسم آپ نے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کہ گویا سینہ کی، اندر کی ساری آلائش نکل گئی۔ اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ ایک عورت جس کے یہاں جلسہ ہوا کرتا تھا اور محفل گرم ہوتی تھی، اور اس میں داستان آرائی و قصہ گوئی ہوتی تھی میں ایک رند مشرب تھا اس عورت نے مجھے دیکھا تو آواز دی، میں نے کہا اب کچھ نہیں ہو سکتا، اب میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ ایسی فوری تبدیلی کے واقعات بھی بہت ہیں، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ پر تین دور گزرے ہیں۔ ایک دور مجھ پر ایسا گزرا ہے کہ روئے زمین پر کوئی ہستی آپ سے بڑھ کر مبغوض نہ تھی، معاذ اللہ۔ اگر اس وقت مجھے موقعہ مل جاتا تو میں اپنی عاقبت خراب کر لیتا، اللہ نے فضل فرمایا، موقع ہی نہ ملا اس کے بعد دوسرا دور مجھ پر ایسا گزرا کہ روئے زمین پر کوئی ہستی آپ سے بڑھ کر محبوب نہ تھی، خدا کی قسم میں آپ کو آنکھ بھر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر مجھ سے کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھے تو میں آج بیان نہیں کر سکتا، اس لیے کہ میری نظر آپ کے چہرہ مبارک پر جمتی ہی نہیں تھی اور مجھ میں آپ کو دیکھنے کی تاب ہی نہیں تھی، جب میں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور بیعت کی تو میں اپنا ہاتھ نکالتا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں میرا ہاتھ نہیں چھوڑتے، میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم یہ فرمائیے کہ میرے گذشتہ گناہوں کا کیا ہو گا، کہ میں تو بہت سیاہ کار انسان ہوں، آپ نے فرمایا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام اپنے ماقبل کو بالکل ختم کر دیتا ہے ایسے بہت سے واقعات ہیں، وحشی جنہوں نے حضرت حمزہ رض ابن عبدالمطلب، اللہ کے شیر کو خود شہید کیا تھا۔ ان کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ آپ کو معلوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ جب وہ آئے اور انہوں نے بیعت کا ارادہ کیا آپ نے ان کی بیعت قبول کی انہوں نے کلمہ پڑھا، ایمان لائے۔ آپ نے فرمایا اے وحشی اگر تم میرے سامنے بار بار نہ آؤ تو اچھا ہو گا اس لیے کہ مجھ کو اپنے چچا یاد آجاتے ہیں۔ یہ قدرتی بات بھی ہے اور بہت لطیف جذبہ اور احساس اور اعلیٰ درجہ کی انسانیت لیکن انہوں نے جو کلمہ پڑھا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے اس نے انکے اندر ایسا انقلاب پیدا کر دیا ایسی روحانیت پیدا کر دی، ایسی ایمانی طاقت پیدا کر دی جس پر آج بڑے بڑے اولیاء اللہ رشک کر رہے ہیں، یہی وحشی ہیں، جنہوں نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ میں جب واقعہ کو پڑھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ حضرت وحشی کی بھی نگاہ انتخاب کو داد دینی چاہیئے کہ انہوں نے ایک ایسی ہستی سے اسلام کو اور مسلمانوں کو محروم کیا تھا جو اسلام کے لیے تقویت کا باعث تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھی تو اس کی تلافی اور کفارہ کے لیے انہوں نے ایسی ہستی کو انتخاب کیا جو سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبغوض تھی اور جو گویا نبوت

کا حریف ایک وہ شخص تھا جو نبوت کا بہت بڑا حامی اور مددگار تھا پھر ایک شخص تھا جو اس نبوت کے مقابلے میں سینہ تان کر کے آیا تھا اور منصب نبوت کا گویا رقیب اور حریف تھا۔ انہوں نے گناہ کے کفارہ کے لیے جو بہترین انتخاب ہو سکتا تھا وہ انتخاب کیا۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ان سے خوش ہوئی ہوگی۔ یہ سب ان کی ایمانی قوت کا نتیجہ ہے۔ یہ توفوری انقلاب کی چند مثالیں ہیں، باقی صحابہ کرام کے اندر جو تبدیلی تربیت اور صحبت سے پیدا ہوئی اس سے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ گئے۔ اخلاقی پستی سے اعمال کی پستی سے عقائد کی تاریکی سے اور جاہلیت سے روحانیت اور ایمان اور اخلاق اور تربیت اور علم کے بلند مقام تک پہنچ گئے۔

تعلیم کتاب

تیسرا کام تعلیم کتاب وحکمت یعنی کتاب کی تعلیم دینا ہے۔ پہلے قاری تلاوت کرتا ہے اور پھر اس کے بعد تزکیہ کا عمل کرتا ہے اس میں قرآن مجید کی تفسیر اس کے حقائق کا بیان اس کے علوم کا اظہار اور مقاصد قرآن اور مقاصد وحی کی تشریح وتفصیل سب شامل ہے یہ ہے یعلمہم الکتاب والحکمۃ

پھر اس کی بھی ضرورت ہے کہ قرآن مجید کے طالب علموں میں اور اس کے حاملین میں اور سامعین میں تفقہ پیدا کیا جائے اور یہ وہ چیز ہے جس کی طرف اشارہ ہے کہ من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ درحقیقت حامل قرآن کے فرائض چہارگانہ اور حامل قرآن کی ذمہ داریاں اور اس کے کمالات اور اس کی گویا سیرت ہے اس کے بعد صحابہ کرامؓ میں جو علماء تھے اور جن کے علم کی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی ہے جن حضرات کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا اور ان کی طرف امت کو رجوع ہونے کا مشورہ دیا مثلاً حضرت ابی ابن کعبؓ آپ نے ان کی بہت تعریف کی ہے اور ان کی خصوصیت بیان کی ہے۔ قرآن مجید سے ان کو خاص مناسبت تھی حضرت زید ابن ثابتؓ کاتب وحی تھے اور قرآن مجید کا بہت بڑا علم رکھتے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان کے قرآن مجید پڑھنے کی آپ نے تعریف فرمائی ہے، حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور حضرت ابن عباسؓ ان کے متعلق آپ نے دعا فرمائی۔ اللہم علمہ الکتاب و تفقہ فی الدین، اے اللہ ان کو کتاب کا علم عطا فرما اور دین کی سمجھ دے یہ حضرات بھی ان چاروں صفات کے جامع تھے یعنی قرآن مجید کے قاری بھی تھے اور معلم حکمت بھی اور مزکی بھی تھے یہ چاروں شعبے ان حضرات میں جمع تھے پھر تابعین کا دور آیا اس میں بھی کثرت سے ایسے لوگ تھے کہ جو ان چاروں چیزوں کے جامع تھے مثال کے طور پر حضرت حسن بصریؒ کا نام لے سکتا ہوں کہ وہ ان چاروں شعبوں کے جامع تھے اور حضرت سعید بن جبیر اور محمد ابن سیرین اور حضرت سعید ابن مسیب یہ وہ فضلائے تابعین تھے جو ان چاروں شعبوں کے جامع تھے تبع تابعین میں آئمہ اربعہ محدثین فقہاء اور صوفیائے تابعین جیسے حضرت فضیل ابن عیاض حضرت معروف کرخی۔۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اور اسی طریقہ سے جنید بغدادی یہ سب حضرات ان چاروں چیزوں کے جامع تھے۔ پھر انحطاط کا دوسرا دور شروع ہوا اور شعبوں کی تقسیم ہونے لگی، نتیجہ یہ نکلا کہ امت میں مختلف گروہ بن گئے۔

پھر ایک ایک شعبہ سنبھال لیا۔ بعض نے تلاوت آیات کو اپنا شعار بنا لیا انہوں نے قرآن مجید کو حفظ کیا اور اس کی تجوید اور مخارج کی تصحیح اور ان کو اتقان کے ساتھ پڑھا انہوں نے اپنا فرض سبحانہ اللہ تعالیٰ امت کی طرف سے ان کو جزائے خیر دے کہ بہت بڑا فرض کفایہ ادا کیا۔ اور قرآن مجید کے لطف کو اور طریق اداکو بھی محفوظ کر دیا۔ جس طرح اس کے حروف کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جمع کیا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ نے ان کی نقلیں کرا کے عالم اسلام میں بھیج دیں۔ کسی نے نقطے لگائے کسی نے اس کے حروف میں کچھ اور ترقی کی۔ سب سے بڑھ کر یہ کارنامہ ہے جو انہوں نے قرآن مجید کے لطف کو اور اداکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سے ادا کیا تھا اور صحابہ کرام کس طرح ادا کرتے تھے۔ اس کو محفوظ کیا یہ بڑا کارنامہ ہے۔ جو قابل اعتراف اور قابل شکریہ ہے۔ وہ دعا کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے یہ کام انجام دیا۔

بعض حضرات نے تعلیم کتاب اور حکمت کو اپنا شعار بنایا وہ علماء ظاہر کی جماعت ہے جنہوں نے قرآن و حدیث کے رموز کو بیان کیا ان کے مضامین کی اشاعت کی اور ان کے مشکلات کی تشریح کی۔

تربیت وتزکیہ

بعض حضرات نے تزکیہ اپنے ذمہ لیا وہ حضرات صوفیائے کرام ہیں۔ جنہوں نے اپنے مریدین کی اور جو لوگ ان کی طرف رجوع کرتے تھے ان کے نفوس کی اصلاح و تربیت کا کام اپنے ذمہ لیا اور سلوک کو تہذیب و اخلاق کو اصلاح باطن کو ایک فن بنا دیا اور عظیم الشان بنا دیا ان کی تعداد خدا کے فضل سے اتنی بڑی ہے کہ ان کا ذکر کرنا مشکل ہے مثال کے طور پر سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی۔

تجدید وسلوک

پھر ان کے بعد جنہوں نے فن سلوک میں خاص طور پر فن تجدید کا کام اپنے زمانے کی پھیلی ہوئی بدعتوں کو اور تفریحات کو انہوں نے دور کیا اور اپنے زمانے کی طبیعتوں کا لحاظ کرکے انہوں نے طب نبوی کی تصدیق کی ان میں سے خاص طور پر حضرت شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور ان کے بعد پھر حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے فن سلوک کی تجدید کا کام کیا اور اپنے زمانے کے مطابق ان کو بتایا اور ان کے فائدہ کو عام کیا مجھے آپ کی خدمت میں اس تقریب سے جو مبارک تقریب ہے عرض کرنا ہے کہ

حامل قرآن کی ذمہ داریاں

اصل میں حامل قرآن کا کام صرف تلاوت اور اس کو پڑھ کر صحیح طور پر یاد کر لینا اور اس کو صحت کے ساتھ ادا کر دینا اور کسی کسی مجلس میں کسی جلسے میں قرآن مجید کو پڑھ دینا نہیں حامل قرآن کی بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کو عذاب دیا جائے گا جس کو قرآن مجید کا علم دیا وہ رات کو سویا اور سوتا رہا یہاں تک کہ صبح کی نماز قضا ہوگئی قرآن مجید کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اس کو یاد کرنے کی اور اس کو یاد رکھنے کی اس پر عمل کرنے کی یہی وجہ تھی کہ یمامہ جنگ پیش آئی جو اسلام کی شدید ترین جنگوں میں سے ایک جنگ ہے جس میں زور کا رن پڑا اور گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اور اس وقت کشتوں کے پشتے لگ گئے بس ایک موت کا بازار گرم تھا اور کسی طریقہ کا فیصلہ نہیں ہوتا تھا میدان جنگ میں ایک صحابی نے للکارا کہ اسے حاملین قرآن اور وہ لوگ جن کے سینہ میں قرآن ہے آج

باقی برص ۲۸

قرآن مجید

روحانی تسکین — مادی ترقی اور نجاتِ آخرت کے لیے مشعلِ ہدایت

خداوندِ قدوس کی آخری مقدس کتاب

مجاھد الحسینی : مدیر ادارہ صوت الاسلام، لائلپور

قرآن مجید کی عظمت و شوکت واضح کرنے کے اتنے پہلو ہیں کہ اگر پوری دنیا کے لوگ اپنی تمام تر صلاحیتوں اور علمی وفنی کمالات کو اس میں صرف کرنے کے لئے زندگیاں گذار دیں تو لاتعداد پہلو تشنۂ وضاحت رہ جائیں گے اور خدا کی آخری کتاب کی عظمت و فضیلت کا بیان مکمل نہ ہو سکے گا۔ ہر انسان اپنی محدود معلومات کی بناء پر قرآن پاک کی عظمت بیان کرنے کے لئے خراج عقیدت کے جو بھی چند کلمات لائے گا۔ اس کی حیثیت غریب بڑھیا کی طرح خریدارانِ یوسف کی فہرست میں نام لکھوانے سے زیادہ نہ ہوگی چنانچہ اس باعظمت عنوان پر لکھنے کی یہ ادنیٰ پیش کش بھی اس زمرے میں شمار کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ اپنی ساری زندگیاں خداوندِ قدوس کی تحمید و توصیف، اس کی آخری کتاب کی عظمت و فضیلت اور اس کے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرنے میں صرف کر دیں۔

انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار اور زمانے میں مختلف اُمتوں کے لئے اگرچہ کئی کتابیں اور صحیفے آسمان سے نازل فرمائے ہیں لیکن جس کتاب پر کتب سماوی کے نزول و اجراء کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا وہ قرآن مجید ہے۔ اس کتاب کے نزول کے ساتھ ہی واضح اعلان فرمایا گیا کہ انسانیت کے لئے جو بھی اصول حیات اور نظام زندگی وضع کرنا تھا وہ اسے آخری شکل دے کر مکمل و اکمل صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں کہ جس کی ذات پر مزید کوئی کتاب نازل کی جاتی ہو۔ اور آپ کی اُمت کے بعد کوئی دوسری اُمت نہیں۔ اب یہ انسانوں کا کام ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ایک ایک گوشے اور تمام پہلوؤں کے لئے قرآن مجید کو مشعل راہ بنائیں۔ اس میں ان کی روحانی تسکین، مادی ترقی اور نجاتِ آخرت کے وہ تمام طریقے ذکر کر دیئے گئے ہیں جن کی ممکن ضرورت پیش آ سکتی ہے، الغرض انسانی راہنمائی کا کوئی بھی پہلو تشنۂ ہدایت نہیں رہنے دیا گیا ہے۔ پھر یہ کام اس قدر آسان اور یہ طریق کار اتنا سہل کر دیا گیا ہے کہ اس پر عمل پیرائی کوئی مشکل کام نہیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

یعنی انسان اگر دانائی، فہم و فراست اور فکری بلند پروازی سے کام لیں تو وہ زندگی کے ہر میدان میں رہنمائی اور رشد و ہدایت قرآن مجید ہی میں موجود پائیں گے۔ کون نہیں جانتا کہ عرب قوم، اگرچہ وسائل و ذرائع کے اعتبار سے دنیا میں پسماندہ اور زمانے کے ترقی پسندانہ رجحانات سے ناآشنا سمجھی جاتی تھی، لیکن زبان و کلام کے اعتبار سے ان لوگوں کو اپنی فوقیت اور دوسری دنیا کے بالمقابل اپنی برتری کا اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے سوا پوری دنیا کو "عجم" کے نام سے یاد کرتے۔ یعنی قوتِ گویائی سے وہ قوم صرف اپنے آپ کو متصف پاتی اور باقی تمام اقوام کو زبان و کلام پر قدرت سے عاری اور "گونگی" تصور کرتی۔

جس طرح آج دنیا میں رواج ہے کہ مختلف ممالک کے لوگ اپنی فنی عظمت اور قومی برتری کا مظاہرہ کرنے کے لئے دوسرے ممالک کے باشندوں کو دعوتِ مبارزت دیتے ہیں کہ کھیل کود میں، صنعت و حرفت میں اور مختلف علوم و فنون میں درجۂ کمال حاصل کرنے میں مقابلہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ عظمت و فوقیت کے لائق کون ہے۔ چنانچہ حصولِ مقصد کے لئے باقاعدہ میچ ہوتے ہیں مذاکرے، مباحثے اور سیمنار قائم ہوتے ہیں اور جو افراد، ٹیمیں یا ممالک اپنی عظمت کا سکہ منوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کے ناموں کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور اعترافِ عظمت کی علامتوں اور نشانیوں سے انہیں سرفراز کیا جاتا ہے بعینہٖ یہی صورتِ حال عرب میں بھی موجود تھی، مختلف فنی ماہرین علماء، اُدباء اور شعراء دوسروں سے اپنے کلام اور اپنی علمی برتری کا سکہ منوانے کے لئے باقاعدہ چیلنج دیتے، اس کے لئے عظیم الشان میلے منعقد ہوتے اور ماہرین فن اپنے اپنے کمالات کا مظاہرہ کرتے، علم و فضل پر ناز کرنے والے شعراء اپنا کلام کسی تختی یا چمڑے کی جھلی پر تحریر کر کے آویزاں کر دیتے۔ اور منتخب کلام کئی روز تک شائقین سے دادِ تحسین وآفرین وصول کرتا۔ حتیٰ کہ بیت اللہ جو زمانۂ جاہلیت میں بھی لوگوں کی مقدس ترین عبادت گاہ اور مرجع خلائق تھی اس میں بھی یہی صورتِ حال موجود تھی، بڑے بڑے شعراء اپنا اپنا معرکہ آرا کلام بیت اللہ کی دیواروں پہ آویزاں کرتے اور جو کلام اپنی انفرادیت و خصوصیت کا سکہ منوا لیتا اسے وہاں رہنے دیا جاتا اور باقی معلقات (لٹکائی جانے والی چیزیں) اتار لئے جاتے۔

اسی ماحول اور زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جب اپنے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اپنی آخری کتاب نازل فرمائی تو اس زمانے میں بھی بیت اللہ میں عرب کے مشہور ترین شعراء کے سات قصیدے آویزاں تھے جو سبع معلقات کے نام سے مشہور ہیں جنہیں اس دور کا معرکہ آراء کلام ہونے کا اعزاز دیا جا رہا تھا۔ لیکن جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے خداوند قدوس کی آخری کتاب قرآن مجید کی ایک مختصر ترین سورت "کوثر" تحریر کر کے "سبع معلقات" کے ساتھ آویزاں کر دی۔ تو تمام شعراء نے اعترافِ شکست کے طور سے اپنے اپنے معلقات یہ کہہ کر اتار لئے۔ مَا هٰذَا مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ یہ کلام کسی انسان کا وضع کردہ نہیں ہے۔ بلکہ واقعی یہ کسی ایسی ذات کا کلام ہے جس کی عظمت و شوکت کے سامنے سب

ہیچ ہیں۔ اور اگر دنیا کے کسی ایسے شخص جسے اپنے علم ہو فضل پر ناز ہے، نے قرآن مجید کی عظمت کے سامنے اظہارِ عجز سے ذرّہ برابر بھی ہچکچاہٹ سے کام لیا تو کلام اللہ میں ان الفاظ کے ساتھ اسے چیلنج دیا گیا ہے فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ط کہ اپنے علم و فضل کی برتری کا دعویٰ کرنے والے سب مل کر اپنی اجتماعی کوششوں سے بھی تم خدا کے کلام ایسی ایک معمولی سورت تو بنا کر لاؤ۔

اور یہ ایک بیّن صداقت ہے کہ اپنی عظمت کا دم بھرنے والے انسان اگر اپنی ساری زندگیاں بھی اس کام میں لگا دیں اور قیامت تک کوشش کرتے رہیں تو اس مقصد میں ہرگز ہرگز ذرّہ برابر کامیابی حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے قرآن مجید۔ کوئی اس قسم کا دنیاوی ضابطۂ قانون اور دستورِ اساسی تو ہے نہیں کہ مرحلۂ آغاز ہی میں ترمیم و تنسیخ کی زد میں آجائے۔ وہ خداوند قدوس کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جس کے نزول کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے آخری فیصلہ کا اعلان فرما دیا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔!

یہ وہ کتاب ہے جو ترمیم و تنسیخ اور تحریف و تبدّل سے پاک اور محفوظ ہے۔

اس کے برعکس آپ دیگر کتب سماویہ کا بھی جائزہ لیں تو آپ کو دنیا بھر میں کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی جس کے بارے میں خود ان کتابوں کو ماننے اور ان پر ایمان لانے والے پورے وثوق یقین اور اعتماد کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہوں کہ وہ کتب اپنے متن اور معانی کے اعتبار سے زمانۂ منزول ایسی ہیں۔ اور ان میں کسی نوعیت کا تغیّر نہیں ہوا ہے بلکہ وہ تو خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کتب سماویہ میں سے توریت اور انجیل کے آج وہ نسخے موجود ہیں جن کی صحت کے بارے میں مرکزی بائبل کمیٹی نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ چنانچہ تورات و انجیل کے دستیاب نسخوں پر باقاعدہ تصدیق یعنی عبارت درج ہے کہ یہ نسخہ اصل کے مطابق ہے۔

ان دو مشہور کتابوں کے علاوہ اور کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس کے آسمانی کتب ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہو دیگر مذاہب کے لوگوں نے اپنی صوابدید کے مطابق قوانین و ضوابط وضع کر رکھے ہیں اور وہ لوگ حالات و واقعات کے مطابق اس میں تغیّر و تبدّل کرتے رہتے ہیں گویا۔ اس سرسری جائزہ سے معلوم ہوا کہ خدا کی آخری کتاب قرآن مجید کے علاوہ کوئی ایسی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے جو تحریف سے پاک اور اپنے متن اور معانی کے لحاظ سے اپنے زمانۂ منزول کے انداز ہی میں موجود ہو

ایک اشتباہ

بعض مستشرقین اور مغرب زدہ لوگ دبی زبان سے یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ جہاں تک قرآن مجید کے متن کا تعلق ہے پوری دنیا اس پر سرِ تسلیم خم کرتی ہے کہ اس میں زبر زیر پیش کی تحریف کا ادنیٰ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ حقیقت بھی تسلیم کہ اس کتاب کی حفاظت کا خداوندِ قدوس نے جس طرح اعلان فرمایا واقعی وہ اسی طرح محفوظ بھی ہے اور خدا نخواستہ آج پوری دنیا اگر اس کتاب کے خاتمے کے درپے ہو جائے اور قرآن کے مطبوعہ نسخے ضائع کرنے کی سعی مذموم میں کامیاب ہو جائے تو لاکھوں کروڑوں انسانوں کے سینوں اور لوحِ دماغ سے وہ کس طرح محو کر سکتی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کتاب کے معانی کا تعلق ہے اس کی صحت کی ضمانت کیا ہے۔؟

اوّل تو یہ مبینہ اشتباہ جہالت پر مبنی ہے اور ایسے لوگوں کو ہی یہ بات کہنے کی جسارت ہو سکتی ہے جو قرآنی تعلیمات سے یکسر عاری اور کورے ہیں ورنہ وہ اس کا جواب خود قرآن مجید ہی میں موجود پائیں گے۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی سورۂ علق نازل ہوئی تو آپ نے الفاظِ وحی جلدی جلدی یاد کرنا شروع فرمائے۔ اسی پر

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جلدی جلدی الفاظِ وحی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں اس وحی کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور زبان پر جاری کرانا یہ ہمارے ذمّہ ہے آپ نزول وحی کے مرحلہ میں صرف اتباع تلاوت کرتے رہیئے پھر اس وحی کا ترجمہ، تفسیر اور وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس نوعیّت کے تمام اشتباہات کا مُسکت جواب دیا گیا ہے جن میں تفسیر و بیان کے من جانب اللہ نہ ہونے کے وسوسے پیدا کرنے کی سعی مذموم کی جاتی ہے۔!

وضاحتِ مسئلہ کے لئے صرف یہی ایک آیت کریمہ ہی نہیں اور بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں اس بات کی پوری وضاحت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی عمل کرتے اور بیان فرماتے ہیں وہ سب من جانب اللہ اور برضاء الٰہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۝

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں" یہاں کتاب سے مراد کتاب اللہ۔ اور حکمت سے مراد احادیث رسول اللہ ہیں۔ اور دوسری آیت ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

کہ رسول اللہ جو بھی گفتگو اور بیان فرماتے ہیں وہ سب وحی الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ گویا وحی کی دو قسمیں ہو گئیں ایک وحی متلو اور دوسری غیر متلو۔ وحی متلو۔ قرآن مجید اور وحی غیر متلو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح وحی متلو پر سب کا راسخ ایمان ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ حالانکہ وہ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اسی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک کے دوسرے الفاظ پر اعتقاد و ایمان نہ رکھیں۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ امانت و دیانت ہے کہ آپ نے وحی متلو یعنی کلام اللہ اور وحی غیر متلو یعنی کلام رسول اللہ، میں بیّن اور واضح امتیاز برقرار رکھا اور کلام اللہ کا اپنے کلام کے ساتھ کسی نوعیّت کا اشتباہ نہ ہونے دیا۔

یہاں پر اس بات کا تذکرہ برمحل ہے کہ اگر کلام اللہ کو کلام رسول اللہ کے بغیر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو حصولِ مقصد میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی اور

باقی بر صفحہ ۲۶

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور علم حدیث

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

فقہ و اجتہاد میں کسی امام کی امامت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک کہ اس کو فن حدیث میں بھی درجہ امامت حاصل نہ ہو۔ اس لئے مضمون ہذا میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

نام و نسب

نعمان نام، کنیت ابو حنیفہ، امام اعظم لقب، شجرہ نسب یہ ہے: نعمان بن ثابت بن زوطی۔ عام طور پر امام صاحب کا عجمی النسل ہونا مسلم ہے۔ خطیب بغدادی اور مورخ ابن خلکان نے امام صاحب کے پوتے اسماعیل کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، ہم لوگ فارسی نسل کے ہیں۔ ہمارے دادا امام ابو حنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ثابت بچپن میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ انھوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے لئے دعا کی تھی۔ ہم کو امید ہے کہ وہ دعا بے اثر نہ ہوئی سن پیدائش کو ۶۱ھ بھی بتایا گیا ہے۔

سکونت

کوفہ امام صاحب کا مولد و مسکن ہے۔ جو اسلام کی وسعت و تمدن کا دیباچہ تھا۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم نبوت کے تین مرکز تھے۔ مکہ، مدینہ اور کوفہ۔ مکہ معظمہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس تھے اور مدینہ کے حضرت ابن عمرؓ اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ حضرت علی نے اس شہر کو دارالخلافہ بنایا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ حضرت علی کے بیشتر فیصلے کوفہ سے صادر ہوتے تھے۔ کوفہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے عہد فاروقی میں قرآن و سنت کا دارالعلوم بن چکا تھا۔ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: "ولما ذھب (علی) الی الکوفۃ کان اھل الکوفۃ قبل ان یاتیھم قد اخذ والدین عن سعد بن ابی وقاص وابن مسعود وحذیفۃ وعمار وابی موسٰی وغیرھم ممن ارسلہ عمر الی الکوفۃ" جب حضرت علی کوفہ تشریف لے گئے ہیں تو اہل کوفہ آپ کے وہاں آنے سے پیشتر حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت حذیفہ۔ حضرت عمار۔ حضرت ابو موسیٰ وغیرہم رضی اللہ عنہم، سے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا۔ دین حاصل کر چکے تھے صحابہ کرام میں سے ایک ہزار پچاس حضرات جن میں چوبیس وہ بزرگ ہیں جو غزوہ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے۔ وہاں گئے اور سکونت اختیار کی۔

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلی (م ۲۶۱ھ)، نے اس سے زیادہ تعداد بتائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آکر اترے۔ علامہ نووی نے کوفہ کو دار الفضل والفضلا کا لقب دیا ہے۔

تحصیل علم

امام صاحب بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے ادب و انساب اور اس کے بعد خصوصاً علم کلام حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فقیہ وقت امام حماد کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے۔ حضرت حماد مشہور امام اور استاد وقت تھے بڑے بڑے تابعین سے استفادہ کر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث و فقہ کا جو سلسلہ چلا آرہا تھا اس کا مدار انہیں پر رہ گیا تھا۔ حضرت حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔

امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ و حدیث کی تحصیل علم کی ہے۔ لیکن خصوصیت سے حضرت حماد کے تربیت یافتہ ہیں۔ کوفہ میں کوئی محدث باقی نہ تھا۔ جس کے سامنے امام صاحب نے زانوئے شاگردی تہ نہ کیا ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔ علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ اور کردری نے مناقب ابی حنیفہ میں امام صاحب کے بہت سے شیوخ و اساتذہ کے نام گنائے ہیں۔ اور مولانا عبدالحی نے بھی التعلیق الممجد میں بہت سے شیوخ کا تعارف کرایا ہے۔

امام صاحب کے شیوخ کی یہ خصوصیت ہے جیسا کہ علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اس کو خیار تابعین سے حاصل کیا ہے۔ جس کی سند میں کوئی بھی راوی متہم بالکذب نہیں ہے اگر امام صاحب کے مسلک کے دلائل میں کوئی ضعف بیان کیا گیا ہے تو وہ مابعد کے رواۃ کے لحاظ سے ہے۔ امام صاحب کے شیوخ فقہ و حدیث دونوں کے جامع تھے۔

حرمین وغیرہ کا سفر

اس زمانے میں حج استفادہ وافادہ کا بڑا ذریعہ تھا۔ تمام ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے اہل اسلام آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس و افتاء کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ امام ابوالحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے پچپن حج کئے تھے۔ حرمین کے شیوخ میں سے عطاء بن رباح سے مکہ معظمہ میں اور سالم بن عبداللہ مدینہ طیبہ میں خصوصیت سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام باقر کی خدمت میں ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے حاضر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔ بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا،

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ غرض کہ عراق و حجاز دونوں جگہوں کی روایات کو حاصل کیا۔

تلامذہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے تلامذہ کا احصار دشوار ہے۔ واقعہ یہ ہے۔ جیسا کہ بعض آئمہ نے کہا ہے۔ کہ ائمہ اسلام میں اتنے شاگرد و تلامذہ کسی اور امام کے نہیں ہوئے۔ علامہ کردری نے آٹھ سو فقہا و محدثین کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ ابن حجر مکی کہتے ہیں۔ کہ جس طرح فقہا میں امام ابو یوسف امام محمد و امام زفر و امام حسن بن زیاد وغیرہ ہیں۔ اسی طرح محدثین میں عبد اللہ بن مبارک۔ لیث بن سعد۔ امام مالک اور مسعر بن بن کدام اور صوفیاء میں فضیل بن عیاض، داؤد طائی جیسے ائمہ کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ امام صاحب نے اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک مجلس مرتب کی تھی۔ جس میں مختلف مسائل پیش کئے جاتے تھے۔ غور و فکر کے بعد جب کسی نتیجہ پر سب لوگ متفق ہو جاتے تھے تو اس کو قلم بند کیا جاتا یہ مجلس چالیس ارکان پر مشتمل تھی۔

زہد و تقویٰ

عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں پر سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا ابو حنیفہ۔ خود انہیں کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو پارسا نہیں دیکھا۔ حالانکہ مال و دولت سے ان کی آزمائش کی گئی تھی۔ زربجری امام صاحب کے حالات بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو صحابہ میں افضل اور علم و فقہ پرہیزگاری اور سخاوت میں سب سے آگے تھے کے پیرو تھے گویا امام صاحب تابعین کی جماعت میں ہیں۔

امام صاحب کی ایک اہم فضیلت

بخاری و مسلم اور ابو نعیم نے حضرت ابوہریرہ سے طبرانی و احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "لو کان العلم بالثریا لتناولہ اناس من ابناء فارس"۔ اگر علم ثریا کے پاس ہو تو فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کر لیں گے۔ آپ کی اس پیش گوئی کے اولیں مصداق علامہ سیوطی، ابن حجر مکی اور عام طور پر علماء نے امام ابو حنیفہ کو قرار دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں "فقیر گفت امام ابو حنیفہ دریں حکم داخل است"۔ فقیر یعنی شاہ صاحب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اس حکم میں داخل ہیں۔

ذکاوت و ذہانت

امام صاحب کی ذہانت و طباعی مشہور ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں "کان من اذکیاء بنی آدم"، یعنی اولاد آدم میں جو ذکی گزرے ہیں۔ امام صاحب ان میں شمار کئے جاتے ہیں۔ امام صاحب کی ذہانت و فراست اور عقل کو سب نے تسلیم کیا ہے۔ محمد انصاری کہتے تھے۔ کہ امام ابو حنیفہ کی ایک ایک حرکت حتیٰ کہ بات چیت میں دانش مندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلے میں اور دوسرے پلے میں حضرت امام ابو حنیفہ کی عقل رکھی جائے تو امام صاحب کا پلہ بھاری ہوگا۔

امام صاحب کا علمی مرتبہ

امام وکیع فرماتے ہیں کہ میں کسی عالم سے نہیں ملا جو امام ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہ ہو۔ اور ان سے بہتر نماز پڑھتا ہو۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ فقہ سے لوگ غافل تھے تو امام صاحب نے بیدار کیا۔ اس کو مرتب و ملخص کیا۔ سفیان ثوری نے ایک شخص سے فرمایا جو امام صاحب کی مجلس سے واپس آیا تھا۔ کہ "روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے واپس آ رہے ہو"۔ خارجہ بن مسیب اور عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ علم و عقل میں امام ابو حنیفہ کی نظیر نہیں۔ (علم سے مراد اس دور میں علم حدیث بھی ہوتا تھا) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس اپنے زمانے کے عالم تھے۔ اور ان کے امام شعبی اپنے زمانے کے عالم ہوئے اور اس کے بعد امام ابو حنیفہ یعنی یہ تینوں اپنے اپنے دور میں بے مثال تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی نظیر میری آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ امام شافعی فرماتے تھے کہ جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو تو وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے۔

امام صاحب کی تابعیت کی بحث

امام صاحب کے آغاز شباب تک چند صحابہ کرام زندہ تھے۔ جیسے حضرت انس بن مالک ابو الطفیل، عامر بن واثلہ م ۱۰۲ھ میں عبد اللہ بن بسر المازنی م ۹۶ھ میں وفات پائی۔ بہرحال جمہور محدثین و محققین کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ امام صاحب نے جن آنکھوں نے پیغمبرؐ کا جمال دیکھا تھا۔ ان کے دیدار سے عقیدت کی آنکھیں روشن کی تھیں۔ بعض حضرت نے امام صاحب کی تابعیت کا انکار کیا ہے۔ لیکن جمہور محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت انس کو بار بار دیکھا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے زمانہ میں کوفہ میں کئی صحابہ کرام جمع تھے۔ لہذا امام صاحب کا طبقہ تابعین میں ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے یہ فضیلت دیگر ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ جیسے امام مالک، امام اوزاعی وغیرہ صاحب، اکمال بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب نے چھبیس صحابہ کرام کو دیکھا۔ اس لئے تمام محدثین کبار مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی۔ علامہ ذہبی۔ علامہ نووی۔ زین الدین عراقی۔ ابن جوزی امام دارقطنی وغیرہ نے امام صاحب کی تابعیت کو تسلیم کیا ہے۔

البتہ بحث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیا، امام صاحب کا کسی صحابی سے روایت کرنا ثابت ہے یا نہیں! بعض علماء نے صحابہ سے امام صاحب کی روایات کا انکار کیا ہے۔ امام دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے کہا کہ لم یلق ابو حنیفۃ احدًا من الصحابۃ رضی اللہ عنہم الا انہ رای انسا بعینہ ولم یسمع منہ۔ ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ مگر حضرت انس کا دیدار کیا ہے لیکن ان سے سماع حاصل نہیں خطیب بغدادی نے بھی امام دارقطنی سے پورا اتفاق کیا ہے۔ لکھتے ہیں: لا یصح لابی حنیفۃ سماع عن انس بن مالک۔ اس لئے عام طور پر علماء نے انھیں

کی تقلید کی ہے، تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر جیسے محقق نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا، حالانکہ لسان المیزان میں ترجمہ عائشہ بنت عجرد کے تحت یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ان اباحنیفۃ صاحب الرائ سمع عائشۃ بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جند اللہ الجراد لا اکلہ ولا احرمہ

بے شک ابوحنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا لشکر ٹڈیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔ یہاں امام صاحب کا حضرت عائشہ بنت عجرد سے سماع واضح طور پر ثابت ہے۔ ان کے علاوہ متعدد صحابہؓ کرام سے امام صاحب نے حدیثیں سنی ہیں۔ بظاہر ان کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ امام مسلم کے نزدیک ایک معاصر اگر اپنے معاصر سے بطریق عنعنہ روائت کرے تو روائت متصل سمجھی جاتی ہے اور امام بخاری کے نزدیک صرف ایک مرتبہ ملاقات کا ہو جانا بھی اتصال کے لئے کافی ہے۔ اس لئے دونوں کی شرطوں پر امام صاحب کا صحابہ سے روائت کرنا اتصال پر محمول ہو گا۔ اس لئے عبدالقادر قرشی۔ ملا علی قاری۔ حافظ بدر الدین عینی وغیرہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

امام صاحبؒ اور امام مالکؒ

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام مالک کے بہت سے اقوال جرح امام صاحب کے متعلق نقل کئے ہیں۔ مگر شارح موطا ابوالولید باجی مالکی فرماتے ہیں کہ ان کا انتساب امام مالک کی طرف صحیح نہیں۔ بلکہ سعدی صمیری، موفق اور خوارزمی نے بیان کیا ہے کہ امام مالک، امام صاحبؒ کی کتابوں (یعنی ان کے تلامذہ کی کتابوں) سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔

بعض علماء نے جہاں امام مالک سے رواۃ کے سلسلہ میں ان کے بعض مشائخ کا نام لیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے متعلق بھی تصریح کی ہے کہ یہ امام مالک سے بھی روائت حدیث کرتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے اشہب کی زبانی یہ روائت نقل کی ہے کہ رأیت اباحنیفۃ بین یدی مالک کالصبی بین یدی ابیہ . . . . . . میں نے ابوحنیفہ کو امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا جس طرح بچہ اپنے باپ کے سامنے بیٹھتا ہے۔ اگرچہ امام صاحب کے لئے یہ بات کوئی عار کی نہیں ہے بلکہ یہ تو غائت تواضع و انکسار کی دلیل ہے۔ امام صاحب نے تو اپنے تلامذہ تک سے حدیثیں روائت کی ہیں۔ مگر امام صاحب کا امام مالک سے روائت کرنا محتاج ثبوت ہے۔ علامہ زاہد کوثری نے اقوام المسالک میں اشہب کی روایت کی تردید کی ہے۔ فرماتے ہیں: فما یرویہ الذھبی فی ترجمۃ مالک فی طبقۃ الحفاظ عن اشھب لا یصح الا اذا کان فی حقہ حماد عن ابی حنیفۃؒ دون ابیہ لان میلاد اشھب (۱۴۵ھ) کما یقول ابن یونس ان لم یکن لدتہ الشافی ومثلہ لا یمکن ان یرحل من مصر الی المدینۃ المنورۃ ویری ابا حنیفۃ عند مالک اصلاً

طبقات الحفاظ میں امام مالک کے ترجمہ میں جو کچھ ذہبی اشہب سے نقل کرتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ البتہ یہ بیان حماد ابن ابی حنیفہ کے متعلق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اشہب کا سن ولادت ۱۴۵ھ ہے جیسا کہ ابن یونس نے بیان کیا اور اس عمر کے بچہ کے لئے ممکن نہیں کہ وہ مصر سے سفر کر کے مدینہ منورہ جائے اور امام ابوحنیفہ کو امام مالک کے یہاں دیکھ سکے۔ یہ یاد رہے کہ امام صاحب کا سن وفات ۱۵۰ھ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں: ان اباحنیفۃ لم تثبت روایت عن مالک وانما اوردہ الدارقطنی ثم الخطیب فی الرواۃ عنہ لروایتین وقعتالھما باسنادین فیھما مقال وھمالم یلتزما فی کتابیھما

بیشک امام ابوحنیفہ کا امام مالک سے روائت کرنا ثابت نہیں ہے دارقطنی اور ان کے بعد خطیب نے امام مالک کے رواۃ میں صرف دو روائتوں کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا شمار کیا ہے۔ اور دونوں کی صحت میں کلام ہے۔ خود دارقطنی اور خطیب نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا ہے۔

ماخذِ علم

خطیب بغدادی نے یہ روائت نقل کی ہے کہ امیرالمومنین ابوجعفر نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپؒ نے کن صحابہ کا علم حاصل کیا ہے تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں سے علم حاصل کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مذہب حنفی کی بنیاد عبداللہ بن مسعود کے فتاوے۔ حضرت علی کے فیصلے وفتاوے اور قاضی شریح وغیرہ قضاۃ کوفہ کے فتاوے پر ہے۔ امام ابوحنیفہ نے ان حضرات کے آثار کو سامنے رکھ کر استنباط واستخراج مسائل کیا۔ نیز امام ابوحنیفہ ابراہیم نخعی اور ان کے تلامذہ کے مسلک سے بہت کم انحراف کرتے تھے۔ ابراہیم نخعی کے مذہب پر تخریج مسائل میں امام صاحب کو بڑا ملکہ تھا فروعی مسائل کی تخریج میں بہت دقیق النظر واقع ہوئے تھے۔ اگر تم ہمارے قول کی حقیقت سمجھنا چاہتے ہو تو ابراہیم نخعی کے اقوال کتاب الآثار محمد اور جامع عبدالرزاق و مصنف ابوبکر بن شیبہ سے نکال لو اور ملا کر دیکھو۔ شاید ہی کسی جگہ اختلاف پاؤگے۔ اور اگر کسی جگہ اختلاف ہے تو فقہائے کوفہ کے خلاف نہ پاؤگے۔

امام صاحب نے فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین میں جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب نے جس قدر مسائل مدون کئے ہیں۔ ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے۔

امام صاحب کی وفات

خاندان نبوت میں واقعہ کربلا کے بعد متعدد افراد نے انقلاب حکومت کی کوشش کی۔ محمد ذوالنفس الذکیہ نے مدینہ طیبہ میں اور ان کے مشورہ سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ امام صاحب نے برملا ان کی تائید کی۔ مشہور ہے کہ منصور نے امام صاحب کے سامنے منصب قضاۃ کی پیشکش کی تھی۔ مگر امام صاحب نے

انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں منصور نے ۱۴۶ھ میں قید کرا دیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ منصور نے ان کے خلاف جو سخت کارروائی کی اسکی وجہ عہدہ قضاء سے انکار نہ تھا۔ بلکہ محمد و ابراہیم کی حمایت تھی۔ جس کا منصور کو علم تھا۔ بہر حال بے خبری میں منصور نے آپ کو زہر دلوا دیا۔ جب اس کا اثر امام صاحب نے محسوس کیا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں رجب ۱۵۰ھ میں قضا کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اولاد میں صرف ایک صاحبزادے حماد تھے۔

امام ابو حنیفہ کا علمِ حدیث میں مقام

مشہور ہے کہ امام صاحب کی فن حدیث میں کوئی تصنیف نہیں ہے۔ اور صحاح ستہ میں بجز ایک دو جگہ کے ان کا نام تک نہیں پایا جاتا۔ سب سے زیادہ یہ کہ ان کی شہرت اہل الرائے کے لقب سے ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث سے امام صاحب کو تعلق کم تھا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ کچھ دانستہ اور نادانستہ طور پر یہ ایسی غلط فہمی ہے کہ جس کا پردہ چاک کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور علماء محققین نے مجتہد کی تعریف یہ کی ہے کہ مجتہد وہی شخص ہو سکتا ہے، جو قرآن، حدیث، آثار، تاریخ، لغت و قیاس ان پانچ چیزوں پر کافی عبور رکھتا ہو۔ امام صاحب کے مجتہد مطلق ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے بعد ان پر حدیث قلت کا طعن نادانی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہم ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت آشکار ہو جائے۔ حافظ ذہبی نے مسعر بن کدام جو امام صاحب کے عہد طالب علمی کے رفیق رہ چکے ہیں ان کا بیان نقل کیا ہے: طلبت مع ابی حنیفۃ الحدیث فغلبنا وخضنا فی الزھد فبرع علینا وطلبنا معہ الفقہ فجاء منہ ما ترون۔

میں نے اور امام ابو حنیفہ نے ساتھ ساتھ علم حدیث حاصل کیا۔ تو وہ ہم پر غالب رہے۔ اور زہد میں بھی وہ ہم پر فائق رہے۔ فقہ ان کے ساتھ شروع کی۔ تو تم دیکھتے ہو کیا کمال ان سے ظاہر ہوا۔ یحییٰ بن سعید قطان جو جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "انہ واللہ لاعلم ھذہ الامۃ بما جاء عن اللہ ورسولہ" واللہ امام ابو حنیفہ اس امت میں خدا و رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ مکی بن ابراہیم نے امام صاحب کو اعلم اہل زمانہ بتایا ہے۔

ابو المحاسن شافعی نے اپنی کتاب عقود الجمان میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس میں امام صاحب کی روائت حدیث کی کثرت اور ان کا اعیان حفاظ حدیث میں ہونا بیان کیا گیا ہے۔ امام ابو حنیفہ باایں وسعتِ نظر ہمیشہ اس کے لئے کوشاں رہے۔ کہ کوفہ میں جب بھی کوئی محدث آتا تو اس سے استفادہ کرتے۔ امام صاحب کے مشہور شاگرد و محدث عبدالعزیز بن زرمہ کے بیان کو علامہ موفق نے بسند نقل کیا ہے: ذکر علم ابی حنیفۃ بالحدیث فقال قدم الکوفۃ محدث فقال ابوحنیفۃ لاصحابہ انظروا ھل عندہ شیئا فی الحدیث لیس عندنا قال وقدم علینا محدث آخر فقال لاصحابہ مثل ذلک۔

عبدالعزیز بن رزمہ نے امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کا تذکرہ کیا اور اسی سلسلہ میں یہ بتایا کہ ایک بار کوفہ میں ایک محدث آئے۔ تو امام ابو حنیفہ اپنے اصحاب سے فرمانے لگے دیکھو تو ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے پاس نہ ہو۔ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ دوبارہ ایک اور محدث ہمارے پاس آئے جب بھی آپ نے اپنے اصحاب سے یہی فرمایا امام حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ چار ہزار حدیثیں روائت کیا کرتے تھے۔ جن میں دو ہزار حماد کی تھیں۔ اور دو ہزار بقیہ دیگر مشائخ کی۔ صاحب عقود الجمان لکھتے ہیں کہ امام صاحب سے روایات کی قلت کی وجہ حفظ حدیث کی وسعت کے باوجود استنباط مسائل سے اشتغال ہے اسی طرح مالک و شافعی سے ان کی مسموعات کی بہ نسبت کم روایات منقول ہیں۔ جیسے صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر سے ان کی معلومات کی کثرت کے باوجود دیگر صحابہ کے مقابلہ میں کم روایات پائی جاتی ہیں۔

روایات حدیث میں احتیاط

امام صاحب روایت حدیث میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے۔ جس کا اعتراف بڑے بڑے محدثین تک کو ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ کان ابوحنیفۃ ثقۃ لایحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ۔

امام صاحب ثقہ ہیں جو حدیث ان کو حفظ ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں۔ جو یاد نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے۔ امام صاحب کی اس احتیاط کا اندازہ امام وکیع کی اس شہادت سے ہوتا ہے جو انہوں نے دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جیسی احتیاط امام صاحب سے حدیث میں پائی گئی کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

(مناقب الامام از موفق ج ۱ ص ۱۹۷)

باقی آئندہ

روداد مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ

مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ علاقہ بلوچستان کی عظیم دینی درسگاہ ہے جسے حضرت مولانا عرض محمد صاحب مدظلہ العالی کی نگرانی و سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ اس مدرسہ کی عظمت و اہمیت واضح کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر قابل ذکر بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ مولانا موصوف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ سے بیعت اور امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز ہیں، مولانا موصوف ہی کی شبانہ روز محنت اور سرپرستی کا ثمر ہے کہ مدرسہ مطلع العلوم پورے علاقہ بلوچستان کی ایسی واحد درسگاہ ہے جس میں پاکستان بھر کے جلیل القدر علماء کرام سالانہ جلسہ کے موقع پر تشریف لاکر ہزاروں سامعین کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض کرتے ہیں اور سینکڑوں مہمانوں کے قیام و طعام کے تمام انتظامات بھی مولانا موصوف ہی کو کرنا پڑتے ہیں۔ اگرچہ پاکستان کے جلیل القدر علماء کرام نے اس مدرسہ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے لیکن مہتمم دارالعلوم دیوبند علامہ قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کے درج ذیل ارشادات گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل غور و فکر ہیں۔

دنیا میں کوئی مذہب بھی بغیر اپنی تعلیم کے باقی نہیں رہ سکتا ہے اس لئے اسلام کے تحفظ و بقاء کے لئے دینی تعلیم انتہائی ضروری ہے اور مدارس عربیہ دینی تعلیم کے بقاء اور فروغ کا بہترین ذریعہ ہیں۔ الحمد للہ کہ مولانا عرض محمد صاحب کی مساعی جمیلہ سے کوئٹہ کے افق علم کا آفتاب طلوع ہوا جس کی صورت مدرسہ مطلع العلوم کا قیام ہے اور اس کی روشنی آس پاس کے علاقوں میں پھیل گئی، بلاشبہ مولانا موصوف خیرکم من تعلم القرآن و علمہ کے سچے مصداق ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس مدرسہ نے ان کی سرپرستی میں حیرتناک ترقی کی ہے اور طلباء کی ایک بڑی تعداد جمع ہے جو مدرسہ اور اساتذہ مدرسہ کی مقبولیت کی دلیل ہے تمام اہل ثروت سے اپیل ہے کہ وہ اس مدرسہ کو ترقی دینے کے لئے جان و مال اور اخلاقی طور پر ہر ممکنہ مساعی عمل میں لائیں اور اپنی اولاد کو علم دین سے آشنا بنانے کے لئے

مولانا قاری رشید احمد خلف الرشید اسوۃ الصلحاء سید الاتقیاء حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری

فضائل درود شریف

گذشتہ سے پیوستہ

جنّت کی بشارت

ع۱۱۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزانہ ایک ہزار دفعہ درود شریف پڑھتا رہے گا وہ مرنے سے پہلے اپنا مقام جنّت میں دیکھ لے گا (رواہ ابن المغازی، وجلاء الافہام۔

۱۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ کہ آنحضرت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ درود شریف بہت پڑھا کرو اس کی برکت سے تمہارا دل غفلت سے پاک ہو گا اور اعمال نامہ گناہوں سے صاف ہو گا اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کیا کرو وسیلہ ایک بہت بلند ترین عزّت کا مقام ہے جو قیامت کے میدان میں سب سے زیادہ مقرّب ترین نبیؐ کو ملے گا اور میری آرزو ہے کہ وہ مقام مجھے نصیب ہو۔ جلاء الافہام۔ خیر الکلام ص۱۵

گناہوں کا کفّارہ

غ۱۳۔ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ درود شریف بکثرت پڑھا کرو اس کی برکت سے گناہ جھڑتے رہتے ہیں اور درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل کرتا رہتا ہے۔ جلاء الافہام

ملاقات کے وقت درود شریف

غ۱۴۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی وقت دو دوست آپس میں ملیں اور ملتے ہوئے درود شریف پڑھیں تو جدا ہونے سے پہلے اُن دونوں کے گناہ رحمت خداوندی کے ذریعہ سے درود شریف کی برکت سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مشکلات کا حل ہونا

غ۱۵۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کا چوتھا حصہ گزرنے پر کھڑے ہو کر وعظ اور نصیحت کے طور پر کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو خدا کو یاد کرو۔ اے لوگو خدا کو یاد کرو۔ دُکھ اور درد پریشان کرنے والی گھڑی اور مصیبت کا دن آرہا ہے قیامت کی گھڑی اپنے سارے سامان کو لیکر آرہی ہے بیدار ہو جاؤ اور اُس دن کے لئے سامان اکٹھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر محبت کے باعث درود پڑھتا رہتا ہوں کتنا پڑھا کروں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا تو چاہے میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھا حصہ درود شریف کے پڑھنے میں خرچ کر دُوں گا جناب نے فرمایا کہ اگر تو زیادہ کرلے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا کہ میں آدھا وقت درود شریف پڑھتا رہوں گا۔ جناب نے فرمایا کہ اگر تو اور زیادہ کرلے تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ دو حصے اپنا وقت درود شریف کے لئے دُوں گا جناب نے فرمایا کہ اگر اور زیادہ کرلے تو بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ اپنا فارغ وقت۔ سب کا سب درود شریف پر خرچ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنے سے تیرے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دنیا اور آخرت میں سب پریشانیاں دُور ہو جائیں گی تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۱۳ تفسیر در منثور صفحہ ۲۱۶ تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ نمبر ۲۲ جلاء الافہام باب اوّل۔

(ورق الٹیے)

غ۱۶۱۔ اُم المومنین سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ءعن ابی کا فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اس صلوٰۃ اور سلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس فرشتہ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے مقرب بندے کا یہ تحفہ میرے مقرب حبیب کے سامنے پیش کر دے تاکہ وہ پڑھنے والے کے لئے مغفرت کی دعا کریں اور اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔
جلاء الافہام خیر الکلام صفحہ غ۶۸۔ باقی آئندہ

بقیہ: قرآن مجید۔ روحانی تسکین صٓ۲ سے آگے

اگر عصر حاضر کے عجمی سازشوں اور افرنگی فتنوں کو قرون اولیٰ میں پنپنے کا موقع مل جاتا تو کلام اللہ کی تفسیر و بیان کی واضح اور صحیح شکلیں جو کمال دیانت کے ساتھ آج موجود ہیں اس کا کہیں وجود نہ ملتا۔ اور نعوذ باللہ۔ قرآن مجید یعنی خدا کی آخری مقدس کتاب بھی دوسری کتب سماوی کی طرح تحریف سے کبھی نہ بچ سکتی۔ لیکن چونکہ الفاظ متن اور معانی و تفسیر کے اعتبار سے اس کتاب کی مکمل حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے اس لئے منکرین کتاب وحدیث کی تمام تر مذموم کوشش رائیگان جائے گی اور خدا کی آخری کتاب قیامت تک اپنی عظمت وشوکت اور صحت کے ساتھ محفوظ و مصئون برقرار رہے گی۔
جہاں تک قرآن پاک کی معجزانہ حقیقت کا تعلق ہے اس عنوان پر انشاءاللہ کسی دوسری اشاعت میں معروضات پیش کی جائیں گی۔

بقیہ: خطبہ جمعہ صٓ۶ سے آگے

کی مراد سمجھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ چاہئے سے میرے مالک کی کیا مراد ہوتی ہے۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام کی مراد کو شرح صدر کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھتے ہیں۔ ادھر اللہ کا حکم آیا ادھر اُس کی مراد سینہ مطہرہ میں چھپ گئی۔ بہر حال نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشاء کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تابعداری بھی نہیں ہو سکتی پس مراد الٰہی کو سمجھنے، احکام الٰہی کی پیروی کرنے اور نجات و فلاح حاصل کرنے کے لئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ازروئے قرآن فرض عین ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نشان راہ بنایا جائے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: مجلس ذکر صٓ۴ سے آگے

ہو۔ اُس زیادہ عبادت سے کہیں افضل و بہتر ہے جو کبھی کبھار ہو قطرہ قطرہ ٹپکنے سے پتھر میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے اس لئے آپ اپنی گذشتہ کوتاہیوں اور غلطیوں کو دوبارہ نہ دھرائیں اور آئیندہ بڑھ چڑھ کر نیکی کے کاموں میں حصہ لیں اگر اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ضرور خرچ کریں۔ خوب دل کھول کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ حسن نیت سے جو مانگیں گے وہ مل جائے گا اللہ تعالیٰ کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے گذشتہ کوتاہیوں اور غلطیوں کو معاف اور ہمارا خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے آمین۔

بقیہ: اداریہ صٓ۳ سے آگے

اور بے دینی و بے حیائی کا سیلاب ہے جس نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ محافظین اسلام اور خدام دین بھی اس کے مقابلے کے لئے پورے شدومد کے ساتھ اٹھیں اور کتاب و سنّت کی آواز کو گوشے گوشے میں پھیلا دیں۔ چنانچہ انہی حالات کے پیش نظر ادارہ خدام الدین نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق حکمت یعنی سنّت نبوی کی اہمیت اور کتاب اللہ سے اس کے ناقابل شکست ربط و تعلق کو واضح کرنے کے لئے یہ نمبر پیش کرنے کی سعی کی ہے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ نقش اوّل ہے نقش ثانی کا انتظار فرمائیں اور یہ فیصلہ کرنا کہ ہم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔
آخر میں ہم بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہماری اس حقیر کوشش کو مشکور فرمائے اور سند قبول سے نوازے اور پاکستانی عوام و خواص کو کتاب و حکمت سے تمسک کو فریضۂ حیات بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

معذرت

پچھلے شمارے کے مضمون "احسانیات" کا بقیہ جگہ کی قلت کے باعث اس نمبر میں نہیں دیا جا سکا اگلے شمارے میں شائع کر دیا جائے گا انشاءاللہ۔ ادارہ۔

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ مدظلہ العالی ۵ فروری ۱۹۶۷ء بروز اتوار صبح آٹھ ایکسپریس سے مدرسہ تعلیم الابرار عیدگاہ روڈ ملتان کے جلسہ تقسیم اسناد میں شمولیت کے لئے ملتان روانہ ہوں گے۔ ظہر کی نماز کے بعد جلسہ تقسیم اسناد ہوگا۔ اسناد حضرت مدظلہ تقسیم فرمائیں گے۔ عصر کے بعد مدرسہ تعلیم الابرار سے دارالتفسیر کا سنگ بنیاد رکھیں گے۔ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوگی۔ سوموار کو صبح غزالہ سے واپس لاہور تشریف لائیں گے۔
حضرت مدظلہ بھکہ نہیں جا رہے ہیں نہ ہی ان کا وعدہ ہے۔
(حاجی بشیر احمد)

انکارِ حدیث کے نقصانات

قاضی محمد زاہد الحسینی کیمبلپور

بعض سادہ لوح، نیک نیت دوست، یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ایک جزوی مسئلہ ہے۔ کیا ہوا آخر اسلام میں حدیث نہ ہوئی تو کیا بات ہے۔ مگر درحقیقت فتنہ انکارِ حدیث سب فتنوں سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ جتنے نقصانات اسی انکار حدیث سے پیدا ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ مہلک ہے ان میں اجمالاً چند عرض ہیں۔

پہلا۔ حدیث کے انکار سے قرآن کا انکار لازم ہے۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی کتابت اور صداقت کو ثابت کرنے کے لئے بقول پرویز صاحب/ صرف ۲۶ آدمیوں کی ایک کمیٹی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی تھی۔ اب ظاہر ہے کہ

(۱) ان ۲۶ آدمیوں کا ذکر اور حالات ان ہی حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں ایک لفظ بھی درست نہیں۔ تو پھر بتلایئے کہ ان ہی احادیث کی کتابوں سے یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ قرآن وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور واقعی آج تک یہ وہی ہے جو کہ روایات میں نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ آخر ان ۲۶ آدمیوں کا ذکر موجودہ دور میں کسی پر خاص الہام کے ذریعہ سے تو نازل نہیں ہوا بلکہ احادیث میں ان کا ذکر آیا ہے۔ جو بقول منکرین حدیث غلط اور سراسر جھوٹ ہے، تو انکارِ حدیث دراصل انکارِ قرآن کا دوسرا نام ہے۔

دوسرا۔ آج تک جتنا اسلام ہے وہ سب کا سب احادیث کے ذخیرہ سے مستنبط اور ماخوذ ہے۔ مثلاً نماز کی رکعات اور اس کی موجودہ طرز اور ہیئت یہ ساری کی ساری جس پر سارا عالم اسلامی چودہ سو سال سے عمل کر رہا ہے سب کا سب غلط ہو جائے گا۔ اور یہ ماننا پڑے گا کہ اتنا زمانہ سب کے سب غیر اسلام کو اسلام سمجھتے رہے۔ چودہ سو سال میں گزرنے والے مسلمانوں کی نہ تو کوئی نماز اسلامی ہوئی نہ زکوٰۃ نہ حج نہ روزہ اور نہ دوسری عبادات اور نکاح طلاق وغیرہ اسلامی ہوئے۔ طلوع اسلام اور دوسرے رسائل اس امر کے گواہ ہیں کہ ان کالموں میں نماز کی تردید اور زکوٰۃ و روزہ کی موجودہ ہیئت کی تردید کی جا رہی ہے جیسا کہ مسئلہ قربانی مروجہ جس پر سارا عالم اسلامی عامل ہے پرویز لکھتے ہیں۔

ہر جگہ جانوروں کا ذبح کرنا کسی مقصد کو اپنے ساتھ لئے ہوئے (نہیں)، وہاں رکھ(؟) ہیں سب کچھ ضائع کر دیا جاتا ہے اور یہاں بھی وَذٰلِكَ خُسْرَانٌ مُّبِيْنٌ

(طلوع اسلام ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۲۹)

یہ سب کچھ ہزار برس سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور کوئی اللہ کا بندہ اتنا نہیں سوچتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ (رسالہ مذکور)

یہ سب کچھ (قربانی، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے شعائر اسلامیہ) ہزار برس سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ نا معلوم اب ایک ہزار برس کے بعد پرویز صاحب پر کون سا الہام نازل ہوا کہ یہ غلط ہے، ہزار برس تک ان دینی اور اسلامی تقاضوں کو اور اس اسلام کی حقیقت کو کوئی بھی نہ سمجھ سکا۔ بخاری، مسلم، ابوحنیفہ، شافعی، مالک، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن جوزی، ابن عربی، امام شعرانی، شوکانی، جمال الدین افغانی، انور شاہ، بشیر احمد؛ اور دوسرے ہزاروں علماء کرام اور شہیدان ملک و ملت، سلاطین اقالیم علمیہ و روحانیہ تو اس اسلام پر جان دیتے رہے۔ اور اس کی نشر و اشاعت میں اپنی نجات سمجھتے رہے کیا ان میں سے کوئی بھی اللہ کا بندہ اس قابل نہ تھا کہ اس اسلام کی تردید کرتا۔ سلاطین جابر اور ظالم بادشاہوں کے سامنے کلمہ حق کہنے والے دار ورسن کو چومنے والے ایک غلط اسلام پر جان دیتے رہے۔ اور اگر وہ ان واقعات اور حقیقت کو دیکھ کر اخفار حق کرتے رہے تو خوب رہے یہ مجاہدین اسلام انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پرویزیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سارے کے سارے شیران جہاں اللہ تعالیٰ ان پر ہزارہا رحمتیں نازل کرے۔ اس موجودہ اسلام پر نثار ہوئے اور اسی میں انہوں نے اپنی نجات سمجھی۔ چند میٹرک فیل دفتر کے کلرک اگر اس کو اسلام نہ سمجھیں گے تو کیا ہوا۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند
روبہ چساں بگسلاند این سلسلہ را

تیسرا۔ آج اس دور تہذیب و تمدن میں دنیا کے تمام مذاہب اور قومیں اپنے قدیم تہذیب اور تمدن اور تعلیمات کو جمع کر رہے ہیں۔ بلکہ وہ اپنی آزادی کو اسی لئے برقرار رکھتے ہیں کہ ان کی ثقافت ان کے شعار باقی رہیں۔ اور وہ آزادی بھی اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ وہ اپنی تہذیب اور تمدن کو جاری کر سکیں۔ آج دنیا میں بدھ کے اقوال، افلاطون کے مقالے، اشوک کی تعلیمات، جمع کی جا رہی ہیں۔ مگر مسلمان کہلانے والوں کا ایک فرقہ یہ شور مچا رہا ہے کہ ہماری تہذیب، ہماری ثقافت سب غلط ہے۔ ہزار سال سے ہم بے دینی کا پرچار کرتے رہے ہیں ہمارے یہ بزرگ جن کو غیر مسلم بھی خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں باطل پرست تھے۔ اور جھوٹ کی تبلیغ کرتے تھے۔ ہمارے پاس نہ کوئی شان دار ماضی ہے اور نہ ہمارا مستقبل درخشندہ ہو سکتا ہے۔ ہم پر ابن جریر، عینی، ابن خلدون، سیوطی، ترمذی نے سخت ظلم کیا ہے۔ انہوں نے اسلام کو تباہ کر دیا ہے۔ بتلایئے آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ آپ کا بھی کوئی تمدن ہے کوئی دین ہے۔

جب بخاری اور مسلم جیسے متدین پاک باز انسانوں کی تعلیمات جلانے کے قابل ہیں۔ تو بتلایئے سیرت ابن ہشام اور تاریخ واقدی۔ تاریخ طبری۔ تاریخ ابن خلدون۔ تاریخ ابن اثیر اور دوسری تمام سیرت اور اخلاق کی کتابوں کے ہونے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ محدث میں تقویٰ، اخلاص حسن عمل مورخ سے ہزار ہا درجہ زیادہ ہوا کرتا ہے (الا ماشاء اللہ) مگر افسوس ہے کہ وہ مورخ اور ارباب سیر تو ایسے لوگوں کے ہاں صادق اور راست گو ہوں مگر بخاری اور مسلم جیسے حق پرست، حق گو، دروغ گو اور اسلام کے دشمن ہوں ؎

نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خون دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیئے

چوتھا۔ صرف اسلام ہی کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ دین کامل اور آئین مکمل ہے اس کے سوا دنیا کا کوئی دین ایسا نہیں جو کامل ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کمال دین اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے پاس ہر دور اور ہر وقت ہر قوم کے لئے احکام جامعہ موجود ہوں قرآن کریم تو صرف اصول کی کتاب ہے اس میں آئین کی تمام تشریحات موجود نہیں تو اگر حدیث کو بالکل خارج اور خارج کر دیا جائے

باقی بر ص ۱۶

بقیہ:- نزول قرآن کا مقصد

قرآن پر عمل کر کے دکھاؤ اور قرآن پر قربان ہو جاؤ۔ اس لئے کہ اگر یہ ارتداد کا فتنہ فتح نہ ہوا تو قرآن مجید کا باقی رہنا مشکل ہے چنانچہ جو حفاظ تھے وہ آگے بڑھے۔ اور فیصلہ کر لیا اور اس قدر بے جگری کے ساتھ لڑے۔ اور اس طرح پروانوں کی طرح نثار ہوئے کہ اس معرکہ کا فیصلہ ہو گیا اس طریقہ سے حاملین قرآن کا دائرہ بھی وسیع ہوا اور ان کے اخلاق کا معیار تعلق باللہ کا معیار بھی بلند ہونا چاہیئے۔ میں نے آپ کے سامنے ایک آیت پڑھی تھی۔

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ کِرَامٍ بَرَرَةٍ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن مجید بڑی عزت والے صحیفوں میں ہے مرفوعۃ مطھرۃ اونچے اور پاک کئے ہوئے ہیں بایدی سفرۃ ایسے سفیروں کے ہاتھوں میں اور ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں کرام بررۃ جو بڑے شریف ہیں بڑے پاکباز ہیں، بڑے اللہ والے ہیں بڑے نیک ہیں معلوم ہوا ہے کہ حاملین قرآن کی یہ تصویر کرام بررۃ ہونا چاہیئے، حاملین قرآن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتوں کی صفت ہے بلکہ معلوم ہوا کہ جو قرآن مجید کو اٹھانے کا اور سینے میں رکھنے کا حوصلہ کرے اس کو ایسا بننا چاہیئے اور لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ط اس آیت کی تفسیر میں بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ معنی نہیں کہ وضو کر کے قرآن شریف پڑھے بلکہ لا یمسہ ..... الخ اس میں دو مطلب ہے۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ یہ انشاء ہے کہ اس کو نہ چھوئیں مگر پاک آدمی کچھ کہتے ہیں کہ یہ خبر ہے نہیں چھوتے ہیں مگر پاک لوگ تو وہ خبر ہو یا انشاء ہو اللہ تبارک و تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ اس قرآن مجید کو مطہر ہی چھوئیں تو اس کے لوگوں نے استدلال کیا ہے اور یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ جو قرآن مجید کو سینے میں رکھے اور اس کے اخلاق عوام کی طرح ہوں بلکہ اس سے بھی گرے ہوئے ہوں دنیا ان کے نگاہوں میں پیوست ہو، نگاہیں پاک نہ ہوں، دل پاک نہ ہو، دماغ پاک نہ ہو۔ اخلاق رذیلہ پورے طریقہ سے دل کے اندر اور طبیعت کے اندر گھس چکے ہوں۔ قرآن مجید سے کوئی مناسبت نہ ہو خشیت نہ ہو رقت نہ ہو تقویٰ نہ ہو، بڑے ڈرنے کی بات ہے۔

صحابہ کرام میں سے جو لوگ قرآن مجید کے حافظ ہوتے تھے اور جن میں قرآن مجید کا علم خاص ہوتا تھا وہ ممتاز اور اپنے اخلاق و تقویٰ اور عبادت میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ... جب میدان احد میں شہداء کی لاشوں کو دفن کرنے لگے تو قرآن مجید جس کو زیادہ یاد ہوتا اس کو پہلے لائن میں رکھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے یؤمکم من اقرأکم امامت وہ کرے جو زیادہ پڑھا ہوا ہو تو اس کے معنی یہ نہیں کہ خالی حافظ ہو جس کو قرآن مجید کا علم زیادہ ہو۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حفاظ کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

دیکھئے جس شخص کو کوئی بڑی چیز ملتی ہے وہ چھوٹی چیزوں سے بلند ہو جاتا ہے، پھر چھوٹی چیزوں کی طرف اس کی نگاہ نہیں جاتی میں نے ایک مرتبہ اپنے مدرسہ میں ایک قصہ سنایا وہ قصہ آپ کو بھی سناتا ہوں، بڑا عبرت ناک قصہ ہے اور بڑے کام کی بات ہے آپ نے یہ قصہ بارہا سنا ہو گا مگر اس سے جو نتیجہ میں نے طلباء کے سامنے نکالا وہ نتیجہ بڑا قیمتی ہے۔

عبرت آموز واقعہ

میں نے بچپن میں ایک قصہ سنا تھا کہ ایک شخص نے کہیں سفر پہ جاتے ہوئے کسی شہر کے معزز آدمی کے یہاں اپنی امانت رکھوا دی۔ اچھی خاصی رقم تھی کئی ہزار روپے کی اور کہا کہ میں سفر پہ جا رہا ہوں وہاں سے آ کر لے لوں گا انہوں نے کہا کہ اچھا رکھ دو اللہ مالک ہے آنا تو پھر لے لینا وہ بے چارہ سفر کر کے آیا عرصہ کے بعد اس نے اس سے جا کر کہا کہ ہماری امانت دیجئے تو وہ بالکل انجان ہو گئے کہنے لگے کہ میں تمہیں پہچانتا نہیں تم کون ہو۔ اور کب آئے تھے اور کب رکھوایا تھا۔ بے چارہ حیران ہو گیا۔ شریف سمجھ کر نہ اس سے کوئی لکھا پڑھی کی تھی نہ دستاویز لکھائی تھی، اب وہ جتنا یاد دلاتا وہ بھولتے جاتے یہاں تک کہ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ ایک شریف آدمی کو بدنام کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی، تم مجھے چور بناتے ہو اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا اس نے جا کر قاضی سے شکایت کی قاضی صاحب بہت ہی سمجھدار آدمی تھے۔ اور ماہر نفسیات تھے انہوں نے کہا کہ اس کا علاج میں کروں گا۔ تم کسی سے ذکر نہ کرنا تھوڑے دنوں کے بعد ایک شخص کو بھیجا اور کہلوایا کہ آپ قاضی بننے والے ہیں وہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ بڑا اعزاز تھا چند دن کے بعد اس شخص سے کہا کہ جا کر اپنی امانت مانگو وہ گیا اور اس نے کہا شاید آپ کو یاد آ جائے کہ میں فلاں وقت آیا تھا ...... کہا ہاں بالکل مجھے یاد آ گیا اور تمہارے جانے کے بعد ہی مجھے یاد آ گیا تھا۔ اور میں منتظر تھا کہ تمہارے گھر کا پتہ مجھے معلوم نہیں تھا بہت اچھا کیا کہ تم آ گئے، تمہاری امانت وہاں رکھی ہوئی ہے جا کر لے لو اور جیسے تم رکھ کر گئے تھے ویسے ہی رکھی ہوئی ہے وہ گیا اور لے آیا اس کو بڑا تعجب ہوا اور ان دو باتوں میں تعلق سمجھ میں نہ آیا۔

بڑی دولت کے آگے چھوٹی دولت کی کوئی حقیقت نہیں

اس نے قاضی صاحب سے کہا جو قاضی القضاۃ تھے خیر میری امانت مجھ کو مل گئی لیکن یہ بتایئے کہ یہ انتظام آپ نے کیسے کیا اور انہوں نے اقرار کیسے کیا اور پھر انکار کے بعد اقرار قاضی صاحب نے کہا کہ بھائی بات یہ ہے کہ ان کو اتنی بڑی چیز ملنے والی تھی۔

اس اعلیٰ چیز سے اس گراوٹ کا کوئی جوڑ نہ تھا جن کو قضاۃ مل رہی ہو یا وزارت مل رہی ہو تو وہ کسی کے پانچسو دو سو روپیہ کیا مارے گا اب ان کے ذہن کی ایک دم سے سطح بلند ہو گئی تو وہ سوچنے لگے کہ میں قاضی ہوں اب قاضی کی حیثیت سے معاملہ کو سوچنے لگے تو یہ حرکت ان کو بہت گری ہوئی معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ پانچسو کی کیا حقیقت ہے؟

تو میں نے اپنے طلبہ سے کہا کہ تم یہ سمجھو کہ تم عالم ہونے والے ہو یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اتنی گری ہوئی معلوم ہوں گی کہ تمہیں ان کے تصور کرنے سے تکلیف ہو گی کہ ہم عالم ہو کر ایسی بات کر سکتے ہیں، ہمارے سینے ہیں جو اللہ کا کلام ہے، حدیث ہے، بخاری شریف ہے اور حضور کا کلام ہے تو ہم ایسی اوچھی اور گری ہوئی بازاری باتیں کر سکتے ہیں۔

قرآن کی دولت سب سے بڑی دولت ہے

یہی میں آپ سے کہتا تھا کہ جب آپ یہ سوچ لیں کہ آپ کے سینہ میں اللہ کا کلام ہے تو پھر آپ میں جو کم درجہ کی باتیں ہیں کوئی بھی گناہ کوئی بھی گراوٹ کی بات کوئی بھی سوقیت کوئی بھی اوچھی حرکت جیسے مال کی محبت عہدہ کی محبت۔

اور تراویح کا تھوڑا تھوڑا معاوضہ اور معاوضہ بھی لینا یہ ساری چیزیں آپ کی نظر سے ایسی ہی گر جائیں گی کہ اگر آپ اپنی حیثیت پہچان لیں جس طرح کہ وہ شخص جس نے صاف کہہ دیا کہ تمہیں نہیں جانتا کہ تم نے امانت کب رکھوائی تھی اس پر اقرار کر لیا کہ ہاں ہاں تم نے امانت رکھوائی تھی اور پھر دے دیا۔ اسی طرح سے

آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے تو پھر کبھی کسی گناہ کی طرف کبھی کسی ادنیٰ کام کی طرف کبھی کسی پست خیالی کی طرف آپ کا ذہن نہیں جا سکتا آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ کے سینہ میں کیا ہے۔

برخود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج
در سینۂ تو ماہ تمام نہادہ اند

شاعر نے تو چاند کو خطاب کر کے کہا ہلال جب باریک ہوتا ہے تو بے چارہ حقیر معلوم ہوتا ہے۔ تب شاعر نے ..... اپنے اوپر اپنے مستقبل پر نظر ڈال لو اور اپنی تہی دامنی پر رنج نہ کر کہ تو خالی ہے بالکل ایک بال کی طرح۔

در سینۂ تو ماہ تمام نہادہ اند

تیرے سینے میں چودھویں کا چاند سو رہا ہے، چودھویں کے چاند کی حقیقت کیا ہے اس دولت کے سامنے جو آپ لئے بیٹھے ہیں آپ کے سینہ میں اللہ کا نام ہے۔ سر الٰہی اور علم الٰہی ہے علم اعظم ہے۔ لوگ اسم اعظم کے پیچھے پڑتے ہیں آپ کے سینہ میں علم اعظم ہے اسی علم اعظم میں اسم اعظم بھی ہے، آپ تو حامل علم اعظم حامل اسم اعظم ہیں اگر آپ اپنی حیثیت کو سمجھ لیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی فضیلت میں فرمایا ہر حرف کے بدلہ میں ۱۰ نیکیاں ملیں گی اور میں نہیں کہتا کہ آلمّ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے

دوسری جگہ ارشاد ہے،

خیرکم من تعلم القرآن و علمه

فضائل دیکھ لیجئے کہ قرآن کے کیسے کیسے فضائل ہیں، اگر حافظ تیس پارے پڑھے اور رمضان المبارک جیسے مقدس مہینہ میں پڑھے اور مسجد میں رمضان کی راتوں میں پڑھے اور اس کے بعد سو دو سو پانچ سو روپیہ حیرت کی بات ہے کیسے ایک انسان اس پر تیار ہو سکتا ہے کہ اقلیم کی سلطنت ملتی ہو اس پر بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے ایک روز بہت جوش میں آ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر کوئی پورا ایک ملک پیش کرے اور کہے کہ پوری سلطنت لے لو اور ایک مرتبہ اللہ کہنے کا ثواب مجھے دے دو واللہ میں راضی نہ ہوں گا اور قرآن مجید تو اللہ کے ذکر سے بھرا پڑا ہے ایک ایک حرف اللہ کا کلام ہے اور اس عالم میں سب سے بڑی قیمتی چیز جس کا براہ راست تعلق اللہ سے ہے قرآن مجید ہے جو سب سے بڑی چیز اس آسمان کے نیچے ہے وہ قرآن مجید ہے اس لئے کہ یہ اللہ کی نسبت ہے، اللہ کا کلام ہے، کلام قدیم ہے آپ کو معلوم ہے کہ اس کو کلام قدیم کہتے ہیں یعنی اللہ تبارک تعالیٰ متکلم ہے۔ اس کا کلام ہے اس سے بڑھ کر تو کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی اس لئے اپنی قدر خود کرنی چاہئیے۔ اور سمجھنا چاہئیے کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے، اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کے سینے میں کیا دولت ہے تو آپ کے قدم زمین پر نہ پڑیں، ہوا میں اڑنا چاہیں اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کے پاس کیا دولت ہے کسی امیر کی کسی دولت کی وقعت آپ کے دل میں ہوتی تو ہزار بار استغفار کرتے۔ ارے میرے دل میں میرے سینے میں اللہ کا پورا کلام ہے پورے تیس پارے میرے دولت مند کو اور اس تاجر کو اس حاکم کو اس وزیر کو معزز سمجھتا ہوں تقویٰ ہو تو سمجھو لیکن اگر تم اس کے عہدہ کے اعتبار سے دولت کے اعتبار سے معزز سمجھا تو اس کلام الٰہی کی بہت بڑی ناقدری کی جو تمہارے سینہ کے اندر ہے۔ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس کی قدر کیجئے اور اس سے تمتع حاصل کیجئے لطف لیجئے یہ تو آپ کے پاس ایک باغ ہے۔ حضرت حافظ ابن تیمیہ فرماتے تھے کہ میرا دشمن میرا کیا بگاڑیں گے میری جنت تو میرے سینہ میں ہے وہ مجھ سے کیا چھین لیں گے میں تو اپنی جنت لئے پھر رہا ہوں اللہ کا کلام اللہ کا علم یہ میرے سینہ میں ہے۔ میرا باغ تو میرے ساتھ ہے وہ مجھے کیا قید کریں گے مجھے کہاں قید کریں گے میں تو بالکل آزاد ہوں جہاں بھی رہوں گا آزاد رہوں گا۔ اس باغ میں پھرتا رہوں گا تردد و فکر و پریشانی و مایوسی و زیادہ رنج و غم و غصہ میں آپ کا معاملہ دوسروں سے الگ ہونا چاہئیے اس لئے کہ آپ کی حیثیت دوسروں سے الگ ہے خود اس کی قدر کریں اور قرآن ایک کلام ہے اول سے آخر تک نہ کم نہ زیادہ۔

روحانیت پیدا کرنے کے لئے عظمت اور اکتساب ضروری ہے

تو کیوں ایک شخص کے اندر اتنی روحانیت پیدا ہوتی ہے اور وہ اتنی ترقی کرتا ہے کہ روحانیت کی کوئی حد نہیں ہوتی اور ایک شخص وہ ترقی نہیں کرتا۔ فرق صرف عظمت اور اکتساب کا ہے۔ کلام اپنی جگہ عظیم ہے لیکن اس کی عظمت کا استحضار بھی ضروری ہے۔ شاہ محمد یعقوب صاحب مثالوں کے بادشاہ تھے۔ عجیب عجیب مثالیں دیتے تھے وہ اس کی مثال دینے لگے کہنے لگے کہ کسی چیز کا ہونا کچھ اور ہے اور اس کا علم حضوری کچھ اور چیز ہے۔ امیر محبوب علی خاں جو شاہ صاحب تھے موجودہ نظام کے والد ان کی یہ عادت تھی کہ کبھی کبھی بھیس بدل کر وہ شہر میں گشت کیا کرتے تھے، تو ایک دن یونہی بھیس بدل کر شہر میں گشت کر رہے تھے۔ ایک تانگہ میں بیٹھ گئے ان کے ساتھ دوسرے صاحب بھی تانگہ میں چلے جا رہے تھے دونوں بات کرنے لگے کہ کہو بھئی آج کل کیا خبر ہے وہ دوسرے صاحب یہ جان نہ سکے کہ یہ کون صاحب ہیں اس نے کہا کہ آج گلی کوچے میں محبوب علی خاں صاحب جو ہمارے نواب صاحب ہیں ہر شخص ان کے منہ پر تھوک رہا ہے اور ہر شخص ان کو برا بھلا کہہ رہا ہے اور ایک قصہ جو اس زمانے میں مشہور ہوا تھا اس نے اس قصہ کو ذکر کیا کہ آج کل یہ مشہور ہو رہا تھا کہ وہ یہ کر رہے ہیں اس نے جو کچھ منہ میں آیا کہنا شروع کیا اور محبوب علی خاں وہیں بیٹھے رہے اس کے بعد انہوں نے بیڑی نکالی اور کہا کہ دیا سلائی ہے اس نے کہا کہ جی ہاں ہے رات کا اندھیرا تھا اس نے جو ماچس جلائی تو پہچان لیا کہ یہی محبوب علی خاں ہیں۔ بس کانپنے لگا منہ سے جھاگ آنے لگے کہ انہیں کے متعلق کہہ رہا تھا یہی محبوب علی خاں ہیں بس ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور غشہ پیدا ہو گیا انہوں نے کہا گھبراؤ نہیں۔ بزرگان دین چھوٹے چھوٹے واقعات سے بڑے بڑے نتائج نکالتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محبوب علی خاں تو وہی تھے جو آ کر بیٹھے اس وقت، محبوب علی خاں صاحب تھے، جب پوچھا تب بھی محبوب علی خاں تھے اور جب اس نے کہا تب بھی محبوب علی خاں تھے اور جب اس وقت جب ماچس جلائی اور منہ دیکھا تو محبوب علی خاں بدل گئے۔ تو اس پر ہیبت کیوں طاری ہوئی۔ وجود پہلے سے تھا علم اب حاصل ہوا تو حالت ہی بدل گئی تو وجود قرآن تو وہی ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے تھا جو آپ نے بچپن میں پڑھا آپ نے جوانی میں پڑھا جو آپ .... بڑھاپے میں پڑھا رہے ہیں جو آپ تہجد میں پڑھتے ہیں جو آپ تلاوت کر رہے ہیں وہی قرآن شریف ہے اس میں ایک نقطہ کا اضافہ نہیں لیکن جو آپ کے اندر یہ بات پیدا ہو گئی کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور کس اللہ کا کلام جس کی یہ صفت ہے اور کون سا کلام جس کی شان ہے اب آپ کی کیفیت اور کیفیت ہو گئی۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

خَشْیَةِ اللّٰهِ ـ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا تَقْشَعِرُّ مِنْهُ الْجُلُوْدُ ـ ان کے رونگٹے ...... کھڑے ہو جاتے ہیں، بال کھڑے ہو جاتے ہیں ...... دو چیزیں پیدا کرتی ہیں ایک عظمت کلام کی اور صاحب کلام کی دوسرے ثواب کی نیت اور ثواب کا یقین کہ ثواب مل رہا ہے۔ بس یہ دو چیزیں ہیں جس کی وجہ سے ایک شخص اعلےٰ مقامات ولایت تک پہنچ جاتا ہے تو یہ بالکل صحیح ہے۔

قرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ سلوک کا آخری درجہ قرآن سے اور نوافل میں قرآن مجید پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے جب سالک تمام مقامات حاصل کر لیتا ہے جو ذکر سے طے ہوتے ہیں اس کے بعد جو آخری درجہ ہے قرب الٰہی کا وہ کلام الٰہی کی کثرت تلاوت سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی فرماتے ہیں کہ جو قرات قرآن کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اس قرب کو کوئی ... نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ قرب استحضار سے عظمت سے اور ثواب کے یقین سے حاصل ہوتا ہے۔ پڑھتے جائیے یقین کرتے جائیے کہ ثواب مل رہا ہے۔ ہر حرف پر دس دس نیکیاں مل رہی ہیں اس کا شوق آپ کے دل میں زیادہ ہونا چاہئیے۔ جتنا زیادہ پڑھیں گے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی۔ بس بھائیو اگر اپنے اندر یہ صفت پیدا کر لیں تو قرآن مجید کی تلاوت میں روح پیدا ہو جائے

قرآن کو بطور پیشہ کے پڑھنا گناہ ہے

اور اگر اس کو پیشہ بنائیں تو اس سے بہت اچھا ہے کہ دنیا کو آدمی ذریعہ بنائے کسب معاش کا قیامت کے دن وہ لوگ جو حلال روزی حاصل کرتے ہیں اور جائز طریقوں سے کاروبار کرتے تھے۔ ان دنیا دار قاریوں حافظوں اور عالموں سے بدرجہا آگے ہوں گے۔ جنہوں نے دین کو ذریعہ بنا لیا تھا۔ اپنا پیٹ بھرنے کا اور دنیا کمانے کا تاجروں میں بکثرت اولیاء اللہ نکلیں گے جو سمجھتے تھے کہ ہم دنیا دار ہیں صرف بچوں کے پالنے کے لئے اور اپنا پیٹ پالنے کے لئے ایک دھندا کیا ہے اور اس میں ذکر کرتے تھے نماز پڑھتے تھے ڈرتے رہتے تھے استغفار کرتے تھے وہ کئی حافظوں اور عالموں سے بڑھ کر نکلیں گے کہ جنہوں نے قرآن مجید اور علم حدیث کو صرف دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا۔

قرآن سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے صحبت اور محنت ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو یہ دولت عطا فرمائی ہے اس میں روح بھی پیدا کر دی اور خشیت بھی اور تقویٰ بھی پیدا کر دیا اور یہ بات بغیر صحبت کے اور بغیر محنت کے حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن مجید کے یاد کرنے میں آپ نے جتنی محنت کی ہے اب اس یاد میں جان ڈالنے اور نورانیت پیدا کرنے کے لئے بھی آپ کو محنت کرنی چاہئیے۔ اگر آپ نے قرآن مجید کے یاد کرنے میں دو برس لگائے تو سچی بات یہ ہے کہ اس میں چار برس لگائیے اس لئے کہ وہ تو الفاظ ہیں جس کو کافر و مومن سب پڑھ سکتے ہیں اور بیشک کافر کو یاد ہونا مشکل ہے۔ لیکن یاد ہوتا ہے اب بھی مصر و شام میں کتنے غیر مسلم ایسے ہیں جن کو قرآن مجید یاد ہے اگر یہاں واقف لوگ ہیں تو ..... ان کے علم کے لئے کہتا ہوں کہ منجد کا مصنف جو عیسائی تھا وہ حافظ تھا، مصر و شام میں اب بھی قرآن مجید کے حافظ غیر مسلم موجود ہیں تو ایسے حروف کو یاد کرنے میں جو کافر کو بھی دسترس ہو جاتی ہے، ظاہری طور پر مقبول تو نہیں اس کا یاد کرنا اس کے لئے اور زیادہ ذلت اور رغبت کا باعث ہے لیکن بہرحال وہ اپنے حافظہ سے یاد کر لیتا ہے تو معانی قرآن علوم قرآن اور قرآن مجید کو دل میں راسخ کرنے کے لئے اپنے اخلاق کو صحیح کرنے کے لئے آپ کو وقت لگانے کی محنت کرنے کی ضرورت ہے میں اصرار اور تاکید کے ساتھ حفاظ اور جمعیۃ الحفاظ کے ارکان سے کہتا ہوں کہ وہ تبلیغ میں پورا حصہ لیں اور یہاں سے نظام الدین جائیں۔ اور مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ کی تقریریں سنیں تب جا کر ان کو قرآن مجید کی عظمت کا اندازہ ہو گا اور وہاں محنتیں کریں اور حضرت شیخ الحدیث کی خدمت اور مولانا رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہوں تب ان کو معلوم ہو گا کہ قرآن مجید کا قدر دان کس کو کہتے ہیں۔

ان حضرات کے حالات دیکھ کر معلوم ہو گا پھر جب وہ محنتیں کریں گے اور وقت لگائیں گے تب ان کو معلوم ہو گا کہ یہاں قرآن مجید پڑھنے میں کیا فرق ہے۔

ایک مرتبہ میں مولانا محمد الیاس صاحب رح کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس سفر میں قرآن مجید میں جو بات حاصل ہوتی ہے اور جو فہم و سمجھ آتی ہے وہ گھر پر نہیں تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دوسروں کو مخاطب کیا۔ کہ دیکھو مولانا کیا کہہ رہے ہیں، یہی سچی بات ہے میدان جہاد میں جن لوگوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا اور خدمت کے میدانوں میں جنہوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا اور محنت کے میدانوں میں جنہوں نے قرآن مجید کو سمجھا تھا ان کی سمجھ تو ہمارے یہاں قرآن مجید پڑھنے سے حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے میں بہت

بڑے زور طریقہ پر آپ حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ اس کے لئے وقت نکالیں.. جہاں اتنی محنت کی ہے وہاں اس محنت سے اس کی تکمیل کریں وقت لگا کر قرآن مجید سے مناسبت پیدا کریں۔

قرآن مجید سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے مجاہدہ ضرورت ہے میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ آپ کو سمجھ میں آ گیا ہو گا، الحمد للہ آپ حافظ قرآن ہیں اور قرآن مجید کے طالب علم ہیں آپ کو شغف ہے تو میرے اشارات سے بھی آپ بہت کچھ نکال سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ آپ کو قرآن مجید کی تعظیم کرنے کی اس پر عمل کرنے کی اور اس کا لطف لینے کی اور اس سے قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

عرفانِ حکمت

مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امّا بعد

حدیث کی تعریف

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں مبلغ و معلم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور دین الٰہی کی آخری و مکمل کتاب قرآن مجید آپؐ کو عطا کی گئی تھی۔ اس مقدس کتاب کو آپؐ نے سنایا، سمجھایا، لکھوایا اور یاد کرایا۔ اور اس پر کامل طور سے عمل کر کے امت کو دکھایا۔ گویا آپؐ کی زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی۔ اس لئے حدیث کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور ایسے واقعات جو آپؐ کے سامنے پیش آئے اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی (جسے اصطلاحاً تقریر کہتے ہیں)، غرض پیغمبر کے اقوال و افعال اور تقریر کا نام حدیث ہے۔ بعض علماء نے اصحابؓ اور بعضوں نے ان کے شاگردوں یعنی تابعین کے اقوال و افعال کو بھی اس فن کے ذیل میں شریک کر لیا ہے۔

دین میں حدیث و سنت کا مقام

حدیث کا بڑا حصہ متواتر نہیں ہے مگر امت میں بلاشبہ یہ عقیدہ متواتر رہا ہے کہ حدیث قرآن کا بیان اور اس کی شرح ہے، پس اگر قرآن کی تشریعی حیثیت تسلیم کر لی جاتی ہے تو اس کے بیان و شرح کی تشریعی حیثیت ماننی پڑے گی۔

قرآن مجید اور احادیث پر جن علماء کی عمیق و وسیع نظر ہے انہیں یہ بلا معلوم ہے کہ احادیث صحیحہ تمام تر قرآن پاک کے کلی و عمومی احکام کے ماتحت مندرج ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تشریح فرمائی ہے۔ امام شاطبی فرماتے ہیں کہ:۔

فکانت السنة بمنزلة التفسیر والشرح لمعانی احکام الکتاب

(ترجمہ) سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کے لئے تفسیر و شرح کا درجہ رکھتی ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی تصنیف الرسالہ میں احادیث و سنن کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک وہ جو بعینہٖ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ دوسری وہ جو قرآن کے مجمل حکم کی تشریح ہے۔ تیسری وہ جس کا ذکر بظاہر قرآن پاک میں نہ تفصیلاً ہے اور نہ اجمالاً۔ اس کے متعلق امام شافعیؒ نے علماء کے چار نظریئے نقل کئے ہیں۔ لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے یہ اقوال بھی صحیفہ ربانی سے مستنبط ہیں۔ اس قسم کی حدیثوں کے ماخذ کی تلاش وقتِ نظر کا کام ہے۔ ان کا پتہ زبان نبوت اور فہم رسالت کی طرز ادا اور اسلوب سمجھنے والے راسخین فی العلم ہی لگا سکتے ہیں۔ قرآن مجید نہایت صراحت کے ساتھ کہتا ہے:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ

(آل عمران، ع ۷)

(ترجمہ) بے شک اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ بھیجا ان میں رسول انہیں میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اس کی آئتیں اور ان کو سنوارتا ہے۔ اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کام صرف قرآن کی آیات کو پڑھ کر سنانا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ کتاب و حکمت کی تعلیم بھی آپؐ کے فرائض رسالت میں داخل ہے۔ جمہور ائمہ لغت و علمائے قرآن کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کے علاوہ شریعت کے وہ احکام اور دین کے وہ اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مطلع فرمایا ہے۔

امام شافعیؒ الرسالہ میں لکھتے ہیں:

سمعت من ارضیٰ من اھل العلم بالقرآن یقول الحکمه سنة رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم۔

(ترجمہ) میں نے قرآن کے ان اہل علم سے جن کو پسند کرتا ہوں یہ سنا کہ حکمت، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کا نام ہے۔

امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں بہت سے علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

الصواب من القول عندنا فی الحکمة ان العلم باحکام اللہ التی لا یدرک علمھا الا ببیان الرسول صلی اللہ علیه وسلم والمعرفة بھا وما دل علیه فی نظائرہ وھو عندی ماخوذ من الحکم الذی بمعنی الفصل بین الباطل والحق۔

(ترجمہ) ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حکمت احکام الٰہی کے علم کا نام ہے جو صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان (تشریح) سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کی اور جو ان کی نظیریں و مثالیں ہیں۔ ان کی معرفت کو کہتے ہیں۔ اور حکمت کا لفظ میرے نزدیک حکم سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی حق و باطل میں تمیز کرنے کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔ کیونکہ اس کا عطف کتاب پر ہو رہا ہے۔ جو مغایرت کا مقتضی ہے۔ نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ کتاب کے ساتھ سنت کی اتباع بھی واجب ہے۔

سنن ابی داؤد میں مقدامؓ بن معدیکرب سے روایت ہے:۔

الا انی اوتیت القرآن و مثله معه۔

(ترجمہ) سنو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل مزید بر آں۔

ظاہر بات ہے کہ مثلہ معہٗ سے مراد سنت ہی ہے۔

اس حکمت کو کتاب اللہ کے ساتھ

یاد رکھنے کا تاکیداً حکم بھی دیا گیا، فرمایا:
وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالْحِکْمَۃِ۔ (احزاب، ع ۴)

(ترجمہ) اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں۔ ان کو یاد رکھو۔

ازواج مطہرات کو آیات الٰہی کے علاوہ کس حکمت کو یاد رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور احوال ہیں۔ جس کے مجموعے کو حدیث یا سنت کہتے ہیں۔

قرآن مجید کے مجملات و مشکلات کی تفصیل اور عملی تشکیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آپ مراد الٰہی کے مبین یعنی بیان کرنے والے ہیں
اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:
وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ۔ (النحل، ع ۶)

(ترجمہ) آپ پر بھی ہم نے یہ یاد داشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کردیں۔

قرآن مجید میں وضوء، غسل، نماز، روزہ زکوٰۃ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی۔ اسی طرح نکاح، طلاق، بیع و شراء، اخلاق و معاشرت، سیاسیات و ملت اور فصل قضایا و خصومات غرض جملہ احکام دین کے متعلق کلی احکام موجود ہیں اور ان کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان احکام کی تشریح اور ان کے جزئیات کی تفصیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اسی لئے آپؐ کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، چنانچہ قرآن کریم میں صاف تصریح ہے:
وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (النساء، ع ۱۱)

(ترجمہ) جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے بلا شبہ اللہ کی اطاعت کی۔

آپ کی اطاعت اور سنت کا اتباع جس طرح آپ کے دور سعید میں کیا جاتا تھا۔ اسی طرح آپؐ کے بعد بھی ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بکثرت تاکید کی گئی ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا لما تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ۔

(ترجمہ) میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو گمراہ نہ ہوگے، کتاب اللہ اور میری سنت۔

عام تاریخی ذخیروں سے فنِ حدیث کے امتیازات

حدیث وہ مقدس فن ہے کہ اس کی اہمیت وخصوصیت کی وجہ سے اس کی حفاظت کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں۔ حافظ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں میں کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کرسکتے۔ یہ صرف اس امت کا طغرائے امتیاز ہے کہ اپنے رسول کے ایک ایک کلمہ کو صحیح اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔ ڈاکٹر اسپنگر کہتا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا۔ جس سے پانچ لاکھ انسانوں کے حالات محفوظ ہوگئے۔

افسوس منکرین حدیث جو اس مقدس فن سے بالکل ناآشنا ہیں، تاریخ کی جھوٹی شہادتوں کو تو قابل قبول سمجھتے ہیں۔ جن کے نہ راویوں کا پتہ ہے۔ نہ ان کے حالاتِ زندگی معلوم ہیں۔ اور حدیث میں جس کی حفاظت کے لئے وہ سارے ذرائع استعمال کئے گئے جو کسی واقعہ کی حفاظت کے لئے اس دنیا میں محفوظ ہیں، اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ تاریخ کا روائتی سرمایہ اس دور شباب میں بھی چند مخطوطات ہیں۔ جو کہنہ الواح یا بوسیدہ ہڈیوں کی شکل میں دستیاب ہوگئے ہیں یا وہ محفوظات ہیں جو محض سنی سنائی افواہوں پر بلا سند کے زیر ترتیب آگئے ہیں۔ یہاں سند کا فقدان تاریخی واقعات کے ثبوت کے لئے کوئی عیب ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اس پر نقد و تبصرہ صرف عقل کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ اور انسانی دماغ ہی اس کو مرتبۂ یقین تک پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ ایک انگریز مؤرخ کا بیان ہے کہ کسی زمانے کے حالات قلم بند کئے جاتے ہیں۔ تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلم بند کر لی جاتی ہیں۔ جن کے راویوں کے نام و نشان تک معلوم نہیں ہوتے۔ ان افواہوں سے وہ واقعات انتخاب کرلئے جاتے ہیں جو قرائن وقیاسات کے مطابق ہوتے ہیں۔ تھوڑے زمانے کے بعد یہی ایک دلچسپ تاریخ بن جاتی ہے۔ ان کمزوریوں کے باوجود دنیا اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے حدیث جس کی حفاظت وصیانت کے لئے ایسے قدرتی عوامل ہیں، جو اس دنیا میں کسی تاریخی واقعہ کے لئے نہ میسر ہیں اور نہ آئندہ آسکتے ہیں۔

اب فنِ حدیث کے بعض امتیازات و خصوصیات کی طرف ہم مختصراً اشارہ کر رہے ہیں جو اس کو دوسرے تاریخی ذخیروں سے ممتاز کرتے ہیں۔

(۱) عام تاریخی ذخیروں سے اس کا پہلا امتیاز یہ ہے کہ تاریخ کے عام ذخیرے عموماً ایسے ہی ہیں کہ اس کا تعلق کسی قوم یا حکومت یا کسی عظیم الشان جنگ سے ہوتا ہے۔ بخلاف حدیث کے کہ اس کا تعلق براہ راست حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہے۔ ایک ملک، ایک قوم، ایک حکومت، ایک جنگ کے حالات بیان کرنے میں جس قدر غلطی کا امکان ہے اسی قدر شخص واحد کی زندگی کے حالات بیان کرنے میں عقلاً صحت و واقعیت کی توقع کی جاسکتی ہے۔

(۲) دوسرا امتیاز جو پہلے سے اہم ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا باہمی تعلق ہے۔ ان بزرگوں کو آپ سے وہ تعلق تھا جو ایک امتی کو اپنے پیغمبر سے ہوتا ہے۔ اپنے باپ، ماں اور عزیز و اقارب۔ مال و دولت سب کچھ آپ پر قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ یقیناً یہ ایسا امتیاز ہے جو کسی تاریخی واقعہ کو اپنے مورخین کے ساتھ نہیں۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان چشم دید راویوں اور گواہوں یعنی صحابۂ کرامؓ نے بیعت ہی آپ کے دستِ مبارک پر اس لئے کی تھی کہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے ہر ہر جزو، ایک ایک خدوخال کے زندہ نقوش اپنے اندر پیدا کریں۔
مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

(ترجمہ) رسولؐ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اسے پکڑے رہو اور جس سے انہوں نے

روکا ہے اس سے رک جاؤ۔

(۴) اسی کے ساتھ ہمیں اس کا بھی اضافہ کر لینا چاہیئے کہ صرف حضورؐ کی اطاعت و اتباع ہی ان بزرگوں کے لئے ضروری نہ تھی، بلکہ انھیں دعوت و تبلیغ کا حکم بھی دیا گیا تھا، قرآن کہتا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ۔

(ترجمہ) تم ایک بہترین امت ہو، انسانوں کی بھی خواہی کے لئے ظاہر کئے گئے تاکہ اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم دو اور بری باتوں سے روک دو۔

اس کی تفسیر مختلف انداز میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے۔ منیٰ کا میدان ہے۔ خیف کی مسجد ہے، ایک لاکھ سے اوپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کا مجمع ہے۔ سب کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا۔

(ترجمہ) تروتازہ رکھے اللہ اس بندے کو جس نے میری بات سنی، پھر اسے یاد رکھا اور جس نے نہیں سنا ہے اس تک پہنچا دیا۔

یہی منیٰ کا میدان ہے۔ مجمع سے دریافت فرمانے کے بعد کہ کیا میں نے پہنچا دیا؟ آسمان کی طرف انگلیاں اٹھا کر اللّٰھم ھل بلغت اللّٰھم ھل بلغت، اللّٰھم ھل بلغت کے ارشاد فرمانے کے بعد آخری رخصت کے اس خطبہ کو مشہور و متواتر فقرہ پر ختم کیا جاتا ہے: الا فلیبلغ الشاھد الغائب۔ چاہیئے کہ جو حاضر ہے وہ غائب تک پہنچاتا جائے۔ جس دردناک و اثر انگیز ماحول میں اس کے خاتمہ کا اعلان ہوا ہے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جن جذبات و ہیجانات سے مخاطب مجمع بھرا ہوا تھا۔ اس پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اور کن کن طریقوں سے اس دعوت کو پہنچانے کی کوشش کی ہوں گی۔

(۵) اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ صحابہؓ کرام کو سناتے تھے یا کر کے دکھاتے تھے اس کے متعلق صرف یہی حکم دے کر نہیں رہ جاتے تھے کہ تم بھی اس کو یاد رکھنا۔ بلکہ باضابطہ نگرانی فرماتے تھے کہ اس حکم کی تعمیل کس حد تک کی جاتی ہے۔ اس کا اندازہ ایک معمولی بات یعنی ایک صحابی کو یہ بتاتے ہوئے کہ جب سونے لگو تو یہ دعا پڑھ کر سویا کرو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو بتانے کے بعد فرمایا اچھا میں نے کیا کہا؟ اسے دہرا دو؟ صحابی نے آخری فقرہ "امنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت" میں لفظ نبی کو "رسول" سے بدل دیا، جو تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں، ارشاد ہوا کہ وہی کہو جو میں نے بتایا ہے۔ یاد رہے کہ قانونی طور پر سونے کی دعا کی حیثیت ان شرعی حقائق کی نہیں جنھیں فرض و واجب کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۶) ان تمام امور کے ساتھ اس کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ صحابہؓ کرام نے حضورؐ کی مشہور حدیث سنی تھی من کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار (جو قصداً مجھ پر جھوٹ باندھے گا چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں تیار کر لے)، یوں بھی جس ایمان و یقین سے وہ سرفراز تھے، جس اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ اس سے غلط بیانی کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

صحابہ کرامؓ کی تحصیل سنت کی کیفیت

صحابہ کرامؓ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر، بازار و مسجد میں ساتھ رہتے تھے اور آپؐ کی حیات طیبہ میں اپنی زندگی کو رنگنے کا ان میں بے پناہ جذبہ تھا۔ ایک امتی جس طرح پیغمبر کو دیکھتا ہے۔ اسی نظر سے دیکھتے تھے۔ جن صحابہ نے آپؐ کو دیکھا اور آپؐ سے کوئی نہ کوئی روائت کی، ان کی تعداد ابو زرعہ نے جو حدیث کے مشہور امام ہیں، ان کی زبانی سنیئے، "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان لوگوں کی تعداد جنھوں نے آپؐ کو دیکھا اور آپؐ سے سنا ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔ سب حضورؐ سے سن و دیکھ کر روائت کرتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ صحابہ کی تعداد جو حافظ ابو زرعہ نے بیان کی ہے۔ بیک وقت اور ہر جگہ آپؐ کے ساتھ نہیں رہتی تھی۔ اگرچہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زائد مجمع آپؐ کے ساتھ جمع ہو گیا تھا۔ ورنہ عموماً مدینہ منورہ میں جو تعداد صحابہؓ کی آپ کے ساتھ رہتی تھی۔ غزوات و اسفار میں جو آپ کے شریک رہے ان کی تعداد اتنی کبھی اکٹھی نہیں رہتی تھی۔ گردو پیش کے ان ہزاروں مردوں اور عورتوں کے آنے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضورؐ کے کسی نہ کسی قول و فعل کے محفوظ کرنے کا انھیں موقع ملا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر بعض صحابہؓ نے خدمت اقدس میں حاضری کے لئے باری مقرر کر لی تھی۔ بخاری میں حضرت عمرؓ سے یہ روایت مروی ہے:

کنت وجار لی من الانصار فی بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینۃ وکنا نتناوب النزول فاذا نزلت جئتہ بخبر ذلک الیوم من الوحی وغیرہ واذا نزل فعل مثل ذلک۔

(ترجمہ) میں اور میرا پڑوسی ہم دونوں امیہ بن زید والوں کی بستی میں رہتے تھے جو مدینہ کی عوالی کی بستیوں میں سے ہے۔ ہم دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باری باری سے حاضر ہوتے تھے۔ پس جب میں حاضر ہوتا تو اس دن وحی وغیرہ کی خبر اس کے پاس لاتا اور جب وہ حاضر ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔

چونکہ حضورؐ کی اتباع کو صحابہؓ کرام تمام اوامر و نواہی میں واجب سمجھتے تھے اس لئے مدینہ طیبہ سے دور کے قبائل اپنے نمائندوں کو بارگاہ رسالت میں اسلام کے احکام سیکھنے بھیجتے تھے۔ تاکہ یہ وفد واپس آکر تعلیم و ارشاد کی خدمت انجام دے سکے۔ چونکہ صحابہ کرامؓ میں تاجر بھی تھے کاشتکار بھی اور مدینہ میں مقیم اور باہر رہنے والے بھی، اس لئے ظاہر بات ہے کہ سنت کا علم ان حضرات کو جنھوں نے اسلام لانے میں سبقت کی ہے۔ جیسے خلفائے راشدینؓ اور عبداللہ بن مسعود جنھیں آپؐ کی خدمت میں زیادہ رہنے کا موقع ملا ہے جیسے حضرت ابو ہریرہ عبداللہ بن عمرو العاصؓ وغیرہ ہیں۔ ان لوگوں کو حضورؐ کے اقوال و احوال دوسرے صحابہؓ کی بہ نسبت زیادہ معلوم تھے، پھر ان میں کا ہر شخص اپنی علمی کمی کو دوسرے صحابی سے پورا کرتا تھا۔

طلب حدیث کے لئے صحابہؓ کی رحلت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد

بھی جن لوگوں کو آپؐ کی جن باتوں کا علم براہ راست نہ ہوتا تھا۔ اس کو وہ اپنے دوسرے بھائیوں سے یا ساتھیوں سے معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے اور اس میں چھوٹے بڑے کی تخصیص نہیں تھی حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری وابستگی کا حال چونکہ لوگوں کو معلوم تھا۔ اس لئے آنحضرتؐ کی حدیثیں مجھ سے پوچھا کرتے تھے۔ ان سے پوچھنے والوں میں عمرؓ بھی ہیں اور عثمانؓ بھی اور علیؓ بھی طلحہؓ و زبیرؓ بھی، علم حدیث کی تکمیل کے شوق میں ایک، صحابی نے دوسرے صحابی کے پاس اپنی علمی کمی کو پورا کرنے کے لئے سفر بھی کئے ہیں۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اور احمد و طبرانی نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ ان کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایک صاحب کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ انھوں نے آنحضرتؐ کی حدیث سنی ہے۔ میں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوہ کس کر ایک ماہ تک چلتا رہا اور ملک شام پہنچا۔ وہاں عبداللہ بن انیس (جن سے حدیث پہنچی تھی)، کے گھر پہنچا اور اندر آدمی بھیجا کہ جاکر کہو کہ دروازہ پر جابرؓ کھڑا ہے۔ انھوں نے سننے کے ساتھ ہی کہا جابر بن عبداللہ! کہا جی ہاں. وہ فوراً باہر آئے اور گلے ملے پھر میں نے پوچھا کہ مجھے آپ کے ذریعہ ایک حدیث پہنچی ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں مجھے موت آجائے اور اس حدیث مبارک کے سننے سے محروم رہ جاؤں، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن انیس نے حدیث بیان کر دی۔ وہ حدیث آخرت میں قصاص کے متعلق ہے۔

اسی طرح کا دلچسپ اور عبرت انگیز واقعہ حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا ہے کہ ایک حدیث انھوں نے براہ راست آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خود سنی تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو اس میں کچھ شک پیدا ہوا، اس حدیث کے سننے کے وقت حضرت عقبہؓ بن عامر صحابی بھی دربار رسالت میں موجود تھے۔ لیکن وہ مصر میں قیام پذیر ہوگئے تھے۔ سن کر حیرت ہوتی ہے کہ صرف ایک حدیث میں معمولی شک مٹانے کے لئے حضرت ابو ایوبؓ مصر روانہ ہوتے ہیں۔ اور عقبہؓ بن عامر کے پاس حاضر ہو کر فرماتے ہیں۔ مجھ سے اس حدیث کو بیان کرو، جو تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی پردہ پوشی کے متعلق سنی ہے۔ اس حدیث کے سننے والوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ حضرت عقبہؓ بن عامر اس حدیث کو ان کے سامنے دہراتے ہیں، حدیث تھی: من ستر مؤمنا فی الدنیا علی خزیۃ ستره الله یوم القیامۃ۔ وہ سنتے ہیں اس کے بعد کیا ہوتا ہے وہ اس سے بھی عجیب ہے۔ حضرت ابو ایوبؓ یہ سنتے ہی فوراً اپنی سواری کی طرف پلٹے۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ واپسی میں اتنی جلدی کی کہ حضرت مسلمہؓ (والی مصر) نے جو نذرانہ ان کو بھیجا تھا، وہ بھی عریش مصر میں ان کو ملا۔

یہ صحابہؓ کے واقعات ہیں۔ دور تابعین میں اس سلسلہ کو اور ترقی ہوئی۔ علم حدیث کی طلب میں سیکڑوں میل پاپیادہ طے کر لینا، براعظموں اور سمندروں کو پار کر لینا محدثین کے نزدیک معمولی بات بن گئی۔

روایت حدیث میں صحابہؓ کا طرز عمل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہؓ کرام دین کی امانت کو لیکر مختلف شہروں میں پھیل گئے جہاں جاتے تھے، وہاں تابعین کا مجمع کثیر ان کے گرد جمع ہو جاتا تھا اور لوگ مختلف جگہوں سے رخت سفر باندھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس طرح حدیث کے سلسلہ کو بڑی اشاعت ہوئی، مگر جس طرح ان صحابہؓ نے حضورؐ کے ارشادات کو سن رکھا تھا، ہر حاضر، غائب کو پہنچائے اور اللہ تروتازہ رکھے اس شخص کو جس نے میری بات سنی، پس یاد کیا اور محفوظ رکھا اور اس کو پہنچایا جیسا کہ سُنا ہے۔ اسی طرح حضورؐ کی یہ حدیث: کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع اور من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ یہ سب روایات ان کے سامنے تھیں، اس لئے صحابہؓ کرام میں روائت حدیث کے سلسلے میں دو طرح کے حضرات تھے۔ مقلّین (کم روایت بیان کرنے والے)، جیسے حضرت زبیرؓ، زید بن ارقم و عمران بن حصین چنانچہ بخاری میں عبداللہؓ بن زبیرؓ سے روائت ہے کہ انھوں نے اپنے والد حضرت زبیرؓ سے کہا میں آپ کو اس طرح حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں پاتا۔ جیسا کہ فلاں فلاں صاحب بیان کرتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا۔ سنو! میں حضورؐ سے جدا نہیں ہوا لیکن میں نے آپؐ سے من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار سن رکھا ہے۔ دوسری جماعت جو مکثرین کے لقب سے مشہور ہے، جیسے ابن عباسؓ ابوہریرہؓ، عائشہؓ، جابرؓ بن عبداللہ، ابن مسعودؓ۔

مکثرین صحابہؓ جن کے روایات کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے۔ ان میں حضرت ابن عباسؓ کے متعلق امام مسلم نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے اخیر زندگی میں روایت کے سلسلے کو کم کر دیا تھا۔ فرماتے تھے کہ جب لوگوں نے نیک و بد میں تمیز نہیں رکھی تو ہم بھی اب صرف ان حدیثوں کو سنتے ہیں جن کو ہم خود بھی جانتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے روائت کیا گیا کہ کیا آپ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اسی طرح حدیثیں بیان کرتے تھے؟ تو فرمایا کہ اگر عمرؓ کے زمانہ میں ایسا کرتے تو مجھے درّے مارتے۔

مگر مکثرین صحابہؓ میں حضرت ابوہریرہؓ کے سوا اور کسی سے حضرت عمرؓ نے تعرض نہیں کیا۔ بلکہ روایت میں ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ کثرت سے حدیثیں بیان کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ موجود تھے جب حضورؐ فلاں مقام پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہاں! میں نے حضورؐ کی حدیث من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار سن رکھی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا جب واقعہ یہ ہے تو "فاذھب فحدث" جاؤ، حدیث بیان کرو۔

(باقی آئندہ)

کتاب و حکمت

ایم عبد الرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے اور حکمت سے مراد سنت رحدیث ہے۔

قرآن کریم دنیا میں خدا کی آخری کتاب ہے اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ یہ کتاب الٰہی دوسری تمام آسمانی کتابوں سے زیادہ جامع، مکمل اور مفصل ہے۔ اس میں عبادات، اخلاق و معاشرت معاملات، سیاست، اقتصاد، معاش و معاد ہر چیز کا بیان ہے لیکن یہ بھی بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ ان تمام امور کا بیان قرآنِ کریم میں کُلّی اور اصولی طور پر ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ جملہ جزئیات کا علیحدہ علیحدہ تفصیلی بیان قرآنِ کریم کے برابر محدود اور متناہی کتاب میں ممکن نہیں دوسرے ایسے تفصیلی بیان کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہر آدمی جس کو علم سے کچھ تعلق ہو جاتا ہے جانتا ہے کہ دنیا کے کل علوم و فنون کی کتابوں میں صرف اصولی مسائل اور قواعد کلیہ پر اکتفا کیا جاتا ہے اور ہر مصنف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ طالب علم استاد کی مدد سے ان کلّیات کا علم اس طرح حاصل کرے کہ جزئیات کے احکام و حالات اُن ہی کلّیات سے معلوم کر سکے۔

اصلی معلّم قرآن

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ رب العزت نے دنیا کی ہدائت کے لئے قرآن کریم کو اکیلا نہیں بھیجا اور قرآن کے ذریعہ سے اصلاح و ہدایت کی یہ شکل اختیار نہیں کی کہ اس کو کتابی شکل میں بھیج کر لوگوں سے کہہ دیا ہو کہ اس کتاب کو ہر شخص بطور خود پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہو جائے، نہیں بلکہ قرآن سے پہلے اپنے ایک برگزیدہ رسول ؐ کو بھیجکر ان ہی کے سینۂ معارف گنجینہ میں قرآن نازل کیا اور آپ کو مکلف فرمایا کہ آپ لوگوں کو قرآن کی آئتیں پڑھ کر سنائیں اور اس کتاب کا درس و تعلیم بھی دیں۔ اور اس کے رموز و اسرار لوگوں پر کھول دیں۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ سنت کیا ہے:

وہ درحقیقت قرآن ہی کی دوسری شکل ہے۔ اس کے مجملات کی تفصیل اس کے مشکلات کا بیان اور اس کے مختصر اشارات کی تشریح ہے۔

تفصیل سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، بلکہ تمام عبادات و معاملات کی کوئی تفصیل ذکر نہیں کی گئی۔ سنت نے اس اجمال کی تفصیل کی ہے مثلاً اگر قرآن نے نماز کا حکم دیا ہے تو سنت نے اس کے ایک ایک جز کی تفصیل کی ہے وعلٰے ھٰذالقیاس۔ گویا سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے بمنزلہ تفسیر و تشریح کے ہے۔

حدیث کی یہ حیثیت امام اوزاعیؒ نے "جامع بیان العلم" میں حسّان بن عطیّہ سے نقل فرمائی ہے۔ نیز امام اوزاعیؒ نے مکحولؒ تابعی سے نقل فرمایا ہے:۔

اَلْکِتَابُ اَحْوَجُ اِلَی السُّنَّۃِ مِنَ السُّنَّۃِ اِلَی الْکِتَابِ۔

(ترجمہ) کتاب اللہ، سنّت کی طرف زیادہ محتاج ہے بہ نسبت سنّت کے، کتاب اللہ کی طرف۔

حافظ ابو عمر اس کی مراد یہ بیان فرماتے ہیں:۔

یُرِیْدُ اِنَّھَا تَقْضِیْ عَلَیْہِ وَ تُبَیِّنُ الْمُرَادُ مِنْہُ۔

امام اوزاعیؒ کی مراد یہ ہے کہ سنت قرآن کی مراد بیان کرتی ہے۔

کَانَ الْوَحْیُ یَنْزِلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْضُرُہٗ جِبْرِیْلُ بِالسُّنَّۃِ الَّتِیْ تُفَسِّرُ ذٰلِکَ۔

(ترجمہ) آنحضرت ؐ پر وحی آیا کرتی تھی اور جبرئیل ؑ آپ کے پاس وہ سنت لے کر آیا کرتے تھے جو اس کی تفسیر کر دیتی تھی۔

قرآن و حدیث کا باہمی تعلق:

حاصل یہ ہے کہ قرآن کو تسلیم کر کے حدیث کا انکار ممکن نہیں اور حدیث کا انکار کر کے قرآن کو ماننے کی کوئی صورت نہیں۔ جس طرح توحید رسالت کو اور رسالت توحید کو مستلزم ہے۔ ان دونوں میں متن اور شرح کی نسبت ہے۔ پھر یہ متن شرح میں اور شرح متن میں اس طرح درج ہے کہ ایک کا اقرار و انکار دوسرے کا اقرار و انکار بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں متن کی طرح اس کا بیان بھی خدا ہی کی طرف سے ہے گویا ماتن ہی خود شارح بنا ہوا ہے۔ اس لئے ایسی شرح کو متن سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور نہ ایسے بیان کو اصل کتاب سے علیحدہ سمجھا جا سکتا ہے اسی لئے مطرف بن شخیر سے جب کسی شخص نے کہا۔ آپ ہمارے سامنے قرآن کے سوا اور کچھ بیان نہ کیجئے تو انہوں نے فرمایا: "خدا کی قسم ہم بھی قرآن کے سوا اور کوئی کتاب نہیں چاہتے لیکن ہم اس سے کیسے قطع نظر کر سکتے ہیں جو قرآن کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

پس قرآن و حدیث میں فرق صرف مراتب کا ہے۔ ورنہ دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں ایک کی جدائی اور علیحدگی دوسرے سے متصور اور ممکن نہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ حدیث کا رتبہ قرآن سے کمتر سمجھا گیا ہے۔

قرآن کریم خود ہی تبلاتا ہے کہ اس کے مُعلّم اول آنحضرت ؐ کو منجانب اللہ فہم قرآن کے بارے میں ایک خاص بصیرت اور سوجھ عطا کی گئی تھی۔ جس کے باعث آپ شارح اور مبین تھے اور آپ کی شرح و تبیین اور تعلیم اس بصیرت کی روشنی میں ہوئی تھی جو آپ کو خاص منجانب اللہ عطا ہوئی تھی۔

قرآنی شواھد

(۱) لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ پ۴ ع ۸

(ترجمہ) مسلمانوں پر بلاشبہ اللہ نے احسان کیا کہ ان کے لئے انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو اللہ کا کلام ان کو پڑھ کر سناتا ہے اور (شرک سے) ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی

باتیں ان کو سکھاتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

رسول گرامیؐ نے انکے سامنے قرآن کریم پیش کیا۔ جس کی سلاست، بلاغت اور جامعیت کھلا ہوا معجزہ تھی۔ پھر فقط قرآن کی تلاوت ہی نہیں بلکہ اس پیارے رسول نے ان کو کفر و شرک کی نجاستوں سے صاف و پاک کر کے ایمان و توحید کے پانی سے دھویا۔ شہوانی اور غضبی قوتوں کو صاف و ستھرا کیا اخلاق درست کیا اور پاکیزہ بنایا اور دنیا و دین کی سعادت حاصل کرانے کے لئے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (قرآن مقدس اور اپنی سنتِ گرامی) کی تعلیم دی جو سراسر حکمت واخلاق پر مبنی تھی۔ دنیا کا کوئی روشن خیال اور فلسفی حقیقت شناس دماغ رکھنے والا اس کی سنتِ پُر حکمت کو مضر نہیں ثابت کر سکتا اور نہ خلاف فطرت کہہ سکتا ہے۔ اگرچہ تمام عرب والے بلکہ عموماً دنیا والے بعثتِ رسولؐ سے قبل بالکل کھلی ہوئی گمراہی اور مادی تاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔ بے علمی، بے عقلی، بد خلقی، کشت وخون، خانہ بدوشی، وحشت و بربریت فسق و فجور، بت پرستی اور خانہ جنگیوں میں مبتلا تھے۔ مگر رسول اقدسؐ نے ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اصول تمدن سکھائے۔ اصلاح معاشرت، تہذیب اخلاق، اخوتِ نوعی، اتحادِ قومی اور اتفاق ملی کی تعلیم دی اور غیر اللہ کی پرستش کی نجاست سے ان کو پاک کر کے مجسمہ ہدایت و ارشاد اور پیکرِ اخلاص وعقیدت بنا دیا۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بندوں کو بلا واسطہ خدا سے ملا دینے والے تھے۔ آپ کی سنت بعینہٖ ہدایتِ قرآنی کے مطابق تھی۔ آنحضرتؐ کی بعثت تین امور کے لئے تھی۔ احکام الٰہی کی تبلیغ، تزکیہ اخلاق اور تجلیۂ روح۔ رسول اللہؐ کی نبوت سے قبل دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ خصوصاً عرب کی حالت، اخلاق، معاشرت اور تمدنِ قومی کے اعتبار سے بہت خراب تھی۔

(۲) كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ پ ۲ ع ۲

(ترجمہ) (یہ بھی ایسا ہی احسان ہے، جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے تمہارے ہی لوگوں میں سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے جو ہماری آیات تمہارے سامنے پڑھتا ہے اور تم کو پاک صاف بناتا ہے اور تم کو قرآن و شریعت کی تعلیم دیتا ہے اور جن باتوں سے تم ناواقف تھے وہ تم کو سکھاتا ہے۔

(تفسیر) جس طرح کعبہ کو قبلہ بنا کر ہم نے تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کی اسی طرح یہ بھی ہمارا عظیم الشان اور عدیم النظیر احسان ہے کہ ایک عالی مرتبہ رسول کو تمہارے لئے مبعوث فرمایا اور تمہاری قوم ہی میں سے اس کو پیدا کیا یعنی اگرچہ تمام انبیاء اولادِ اسرائیل سے ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور نبوت وحکومت دونوں بطور توراث بنی اسرائیل میں رہی ہیں۔ لیکن اب ہماری عنایت تمہارے حال پر مبذول ہوئی اور نبی مکرم کو ہم نے تمہاری قوم میں سے پیدا کیا اور اس نبی نے تمہاری سعادت اور نجاتِ ابدی کے واسطے ہر ممکن ذرائع مہیا کئے۔ اول یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا ہے جو جو نشانیاں تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ ان کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کی زبان وحی شریعت ہے۔ وہ تم کو ہدایت کرتا ہے اور حق وباطل کا فرق دکھاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ تزکیہ نفوس اور تہذیب ارواح کرتا ہے۔ نجاست، بت پرستی، کفر و شرک، یہودیت اور نصرانیت سے تم کو پاک کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ تمام نجاستوں اور کثافتوں سے پاک صاف کر کے تم کو زیورِ اخلاق سے آراستہ کرتا ہے قرآن وحدیث کی تعلیم دیتا ہے۔ فرائض شناسی اور ادائیگی حقوق سکھاتا ہے تمہارے اخلاق پاکیزہ، عادات مستقیم کرتا اور اقوال۔ افعال اور اطوار میں راستی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ خود مجسمہ اخلاق بن کر تم کو بھی پیکرِ تہذیب بناتا ہے اور بالآخر تمہاری ہدایت تجلیہ، تزکیہ اور تحلیہ کر کے تم کو ایسی چیز سکھاتا ہے جس کا تم کو علم نہ تھا ان تمام مدارج کو طے کرا کر نورِ معرفت سے تم کو روشن کر دیتا ہے لہذا مقتضائے عقل یہ ہے کہ جب میں نے تم کو ایسے نبی کے وجود گرامی سے سرفراز کیا جس سے تم کو سعادتِ دارین حاصل ہوئی تو تمہارا فرض ہے کہ میری یاد کرو۔ زبان سے میری تسبیح و تحمید، تہلیل و تکبیر کہو۔

حکمت کی گہری باتیں سکھلانا اور قرآن کے غامضی اسرار و لطائف اور شریعت کی دقیق وعمیق علل پر مطلع کرنا خواہ تصریحاً یا اشارۃً۔ آنحضرتؐ نے خدا کی توفیق واعانت سے علم وعمل کے ان اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے انتہائی جہالت اور صریح گمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی چند روزہ تعلیم و صحبت سے وہ ساری دنیا کے لئے ہادی و معلم بن گئی۔ لہذا انہیں چاہیئے کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر پہچانیں اور کبھی بھولے سے ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل رنجیدہ ہو۔

(۳) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ پ ۲۸ ع ۱۱

(ترجمہ) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول ان ہی میں کا اٹھایا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور عقل مندی سکھلاتا ہے اور اس سے پہلے وہ صریح بھول میں پڑے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے (ان پڑھ)، عرب کو کہا جن میں علم و ہنر کچھ نہ تھا، نہ کوئی آسمانی کتاب تھی۔ معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تھے۔ ان کی جہالت و وحشت ضرب المثل تھی خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ بت پرستی اوہام پرستی اور فسق وفجور کا نام ملتِ ابراہیمی رکھ چھوڑا تھا اور تقریباً ساری قوم صریح گمراہی میں پڑی بھٹک رہی تھی۔ ناگہاں اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں سے ایک رسول اٹھایا جس کا امتیازی لقب "نبی اُمّی" ہے لیکن باوجود اُمّی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھ کر سناتا اور عجیب وغریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حلیم وشائستہ بناتا ہے کہ بڑے بڑے حکیم و دانا اور عالم و عارف اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہیں۔

(۴) لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ پ ۲۹ ع ۱۷

(ترجمہ) تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان نہ چلا تاکہ جلدی اس کو سیکھ لے وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو تیرے سینہ میں جمع رکھنا اور تیری زبان سے پڑھنا۔ پھر جب ہم فرشتہ کی زبانی پڑھنے لگیں تو اس کے

پڑھنے کے ساتھ رہ ۔ پھر بے شک ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتلانا ۔

(تفسیر) شروع میں جس وقت حضرت جبرائیل اللہ کی طرف سے قرآن لائے ان کے پڑھنے کے ساتھ آں حضرتؐ بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلد اسے یاد کر لیں اور سیکھ لیں ۔ مبادا جبرئیل چلے جائیں اور وحی پوری محفوظ نہ ہو سکے ۔ مگر اس صورت میں آپ کو سخت مشقت ہوتی تھی جب تک پہلا لفظ کہیں اگلا سننے میں نہ آتا اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے دقت پیش آتی ہو گی ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی حاجت نہیں ۔ ہمہ تن متوجہ ہو کر سننا ہی چاہیئے ، فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہے گا ۔ پھر کیسے پڑھوں گا اور لوگوں کو کس طرح سناؤنگا ۔ اس کا تمہارے سینہ میں حرف بحرف جمع کر دینا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے ۔ جبرئیلؑ جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں آپ تو خاموشی سے سنتے رہیئے آگے اس کا یاد کرانا اور اس کے علوم و معارف کا تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا ، ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں ۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھنا ترک کر دیا یہ بھی ایک معجزہ ہوا کہ ساری وحی سنتے رہے اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا لیکن فرشتہ کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدوں ایک زیر زبر کی تبدیلی کے فر فر سنا دی اور سمجھا دی ۔

(۵) وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝ پ ۲۷ ع ۵

(ترجمہ) اور وہ اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولتا ، یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا ۔

یعنی کوئی کام تو کیا ۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفسانی پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اس میں "وحی متلو" کو قرآن اور "غیر متلو" کو حدیث کہا جاتا ہے ۔

کتاب اللہ اور کلام مقدس کی بلیغ عربی کے اندر حقائق و معارف کے نہایت قیمتی جواہر چھپے ہوئے تھے ۔ ان کو عام لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے علماء ربانیین کھڑے ہوتے اور جس جس علم کی ضرورت محسوس ہوتی گئی اس کی تدوین یہ حضرات اپنی ذہنی اور فکری صلاحیتوں سے فرماتے گئے ۔ اور درجہ بدرجہ اس میں نمایاں ترقی ہوتی رہی ۔ صدہا مختصر و مفصل کتابیں لکھی گئیں ۔ جس سے قرآن کریم کے قیمتی خزانہ تک پہنچنا سہل اور آسان ہو گیا ۔ کیوں کہ ان علوم کی مدد سے ہر ملک اور قوم کا آدمی بآسانی اللہ کی کتاب سے بہرہ ور ہو سکتا ہے ۔

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جس طرح آج چودھویں صدی میں قرآن کریم اپنی نزولی کیفیات اور خط و خال سے بلا کم و کاست موجود ہے ۔ اور اس پر جس قدر بھی فخر کیا جائے کم ہے ۔ ٹھیک اسی طرح مسلمانوں کے اس فخر و امتیاز میں بھی کوئی دوسری قوم ان کی حریف اور ہم پلّہ نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ انہوں نے اپنے پیغمبر کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اور ان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اس استقصا اور احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے بھی حالات و واقعات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہو سکے اور نہ ہی آئندہ توقع کی جا سکتی ہے ۔ اس سے زیادہ اور کیا عجیب بات ہو سکتی ہے کہ رسول اللہؐ کے اقوال و افعال کی تحقیق کی غرض سے آپ کے دیکھنے اور ملنے والوں میں سے تقریباً تیرہ ہزار اشخاص کے نام اور حالات قلم بند کئے گئے اور اس زمانہ میں کئے گئے جب تصنیف و تالیف کا آغاز تھا ۔ کیا دنیا میں کسی شخص کے رفقا میں سے اپنے کثیر لوگوں کے نام اور حالات قید تحریر میں آئے ہیں ، یا آ سکتے ہیں ؟ یہ صرف محمد عربی (فداہ ابی و امی) کا اعجاز ہے ۔

(۶) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۝ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ پ ۱۱ ع ۱۱

(ترجمہ) اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور وہ دلوں کے روگ کی شفا ہے اور مسلمانوں کے واسطے ہدایت اور رحمت ہے ۔

(مطلب) یہ سب قرآن کریم کی صفات ہیں ۔ قرآن اول سے آخر تک نصیحت ہے جو لوگوں کو مہلک اور مضر باتوں سے روکتا ہے ۔ دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا ہے وصول الی اللہ اور رضائے خداوندی کا راستہ بتلاتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا و آخرت میں رحمت الٰہی کا مستحق ٹھہراتا ہے ۔

جو شخص قرآن کریم سے تمسک کرے وہ ان تمام مراتب پر فائز ہو سکتا ہے ۔

(۱) اپنے ظاہر کو نالائق افعال سے پاک کرنا ۔ لفظ موعظہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے ۔

(۲) باطن کو عقائد فاسدہ اور ملکاتِ ردیہ سے خالی کرنا ۔

(۳) نفس کو عقائد حقہ اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا ۔

(۴) ظاہر و باطن کی درستی کے بعد انوار رحمت الٰہیہ کا نفس پر فائض ہونا جو لفظ رحمت کا مدلول ہے ۔

امام فخر الدین رازیؒ نے جو تقریر کی ہے اس میں ان چار لفظوں سے شریعت طریقت ، حقیقت اور نبوت و خلافت کی طرف علی الترتیب اشارہ ہے ۔

(۷) وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ۝ پ ۱۴ ع ۱۸

(ترجمہ) اور ہم نے تجھ پر ایک کتاب اتاری جو ہر چیز کا کھلا ہوا بیان ہے اور وہ ہدایت رحمت اور خوشخبری ہے ۔ حکم ماننے والوں کے لئے ۔

(مطلب) قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصولِ دین اور فلاح دارین کے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے ۔ اندریں صورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اتاری گئی کہ اس کی پوچھ گچھ اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہوگی ۔

یہ کتاب سارے جہان کے لئے سراپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے ۔ فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوش خبری سناتی ہے ۔ چنانچہ اس سے اگلی آیت اس دعویٰ کی دلیل ہے ۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں خیر و شر کا بیان رکھ دیا ہے ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو صرف یہی آیت ثبوت کے لئے کافی تھی ۔

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج

(ترجمہ) بے شک اللہ حکم کرتا ہے ۔ انصاف اور بھلائی کرنے کا ۔ اور قرابت والوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی نا معقول کام اور سرکشی سے ۔

محبت واطاعت رسولؐ

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ط

(ترجمہ) تو کہہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے ۔

(۱) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ پ۳ ع ۱۲

(ترجمہ) اے رسول ! آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں ۔

اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہے ۔ تو لازم ہے کہ اس کو اتباعِ محمدیؐ کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے ۔ سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا ۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہؐ کی راہ چلتا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہیئے کہ خدا کی محبت کے دعویٰ میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوای میں سچا ہو گا اتنا ہی حضورؐ کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالےٰ اس سے محبت کرنے لگے گا ۔ اور اللہ کی محبت کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائینگے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہو جائیں گی ۔

یہود ونصاریٰ کہتے تھے ہم خدا کے بیٹے ہیں ۔ یہاں تبلا دیا گیا ۔ کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا ۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے احکام کی تعمیل کرو اور پیغمبر کا کہا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقشِ قدم پر چلے آؤ ۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ط پ۵ ع ۸

(ترجمہ) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔

(مطلب) آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب خدا تعالیٰ آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے گا وہ بے شک ہمارا فرمانبردار ہے اور جو اس سے روگردانی کریگا ۔ تو ہم نے تجھ کو اے رسول ! ان لوگوں پر نگہبان کر کے نہیں بھیجا کہ ان کو گناہ نہ کرنے دے ۔ ہم ان کو دیکھ لیں گے ۔ تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے ۔ آگے ثواب یا عتاب یہ ہمارا کام ہے ۔

مومن صادق کا کام ہے کہ وہ ہمہ تن خدا اور رسول کا فرمانبردار رہو

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا پ۲۸ ع ۴

(ترجمہ) اور جو تم کو رسول دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اسے چھوڑ دو ۔

مال و جائیداد وغیرہ جس طرح پیغمبر اللہ کے حکم سے تقسیم کرے اسے خوشی و رغبت سے قبول کرو اور جو ملے لے لو ۔ جس سے روکا جائے رک جاؤ اسی طرح اس کے تمام احکام اور اوامر و نواہی کی پابندی کرو ۔ رسول کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے ۔ ڈرتے رہو کہیں رسول کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کر دے ۔

ماحصل

یہ بصیرت خاصہ آنحضرتؐ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے ۔ اس لئے ہر امتی کو قرآن حکیم کے باریک معانی، دقیق مطالب اور اس کے غوامض و دقائق تک رسائی کے لئے حضرت شارح قرآن (علیہ السلام) کی شرح و بیان کی روشنی درکار ہو گی ۔

بالکل بدیہی بات ہے کہ قرآن کا کچھ نہ کچھ فہم تو ہر شخص کو عطا ہوا ہے جو عربی زبان کا حرف شناس ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس فہم کے مراتب اور درجات مختلف ہیں ۔ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ ایک آیت کو ہم بار بار پڑھتے ہیں اور وہ سینکڑوں مرتبہ ہماری نظر سے گذرتی ہے ۔ لیکن کسی خاص نکتہ کی طرف ہماری رسائی نہیں ہوتی ۔ لیکن ایک دوسرا شخص اس سے بیک نظر کوئی بہت نفیس علمی نکتہ اخذ کر لیتا ہے ۔ پس جب بے ذہن کے ایک امتی کو دوسرے امتی پر فہم قرآن میں یہ برتری حاصل ہے تو کیا خود اس کو جس کے قلب مبارک پر قرآن نازل ہوا اور جس کا سینہ بالقائے ربانی وحی آسمانی سے معمور ہوا، اس کو فہم قرآن میں کوئی خاص تفوق وامتیاز حاصل نہ ہو گا ! یقیناً ہو گا ۔

اسی فہم خاص کے ذریعہ جو شرح و بیان ہو گا وہی "حدیث" ہے اور اسی کا نام سنت ہے اور اسی کی اطاعت و پیروی پر نجاتِ اخروی کا دار و مدار ہے ۔ اس سے ہٹ کر جس کے دامن میں جو کچھ ہے ۔ اور جہاں بھی ہے وہ ہوائے نفس کی پیروی ہے یا پھر ضلالت و گمراہی، اور یہی وہ علم ہے جس کی نسبت آپؐ نے آخری حج، حجۃ الوداع میں تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

(ترجمہ) دیکھو! میں نے تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑیں ہیں ۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے ۔ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت ہے ۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب بحاواہ کینٹ

میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۳۱ جولائی ۱۹۶۶ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی۔ اے

عقل ہیں اور کون سی باتیں آ رہی ہیں؟ عقل تو ایک قوت حاکمہ ہے میرے بزرگو عقل خود کوئی چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے بعض اکابر امام غزالی وغیرہ نے لکھا ہے کہ اوّل عقل قوت حاکمہ ہے۔ اس کے پانچ گواہ اگر شہادت صحیح دیں گے عقل صحیح فیصلہ کرے گی اگر یہ پانچ گواہ شہادت نہیں دیں گے عقل فیصلہ نہیں کر سکتی۔ عقل تو کچھ بھی نہیں اور پھر اس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مثال لکھی کہ اگر آپ اندھے سے پوچھیں کہ تجھے سبز رنگ کا چہرا اچھا لگتا ہے یا لال رنگ کا؟ تو اندھا کیا کہے گا کہ جی مجھے کیا پتہ کہ سبز کونسا ہے۔ اور لال کونسا ہے میں نے دیکھا ہی کوئی نہیں تو اندھے کی عقل رنگ میں فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اگر آپ بہرے سے یہ کہہ دیں کہ تجھے ریڈیو اچھا لگتا ہے آواز جب وہ گاتے ہیں "ویر میرا گھوڑی چڑھیا" اور "ویر میرا کھوتی چڑھیا" وہ اچھا لگتا ہے۔ یا جب آذان ہوتی ہے وہ اچھی لگتی ہے؟ کونسی اچھی لگتی ہے؟ وہ کہے گا کہ مجھے دونوں کا پتہ نہیں ہے نہ میں نے اذان سنی، نہ عبدالباسط کا قرآن سُنا اور نہ میں نے وہ "ریڈیو شریف" سُنا۔ مجھے کیا پتہ۔ دیکھ لیجئے بہرے کی عقل فیصلہ نہیں کر سکتی کہ کونسی آواز ٹھیک ہے حالانکہ عقل تو اس کی بھی ہے۔ اندھے کی عقل نہیں فیصلہ کر سکتی کہ کون سا رنگ ٹھیک ہے اور گونگے سے آپ پوچھیں کہ تجھے گالی دینے میں زیادہ مزا آتا ہے یا قرآن پڑھنے میں؟ تو اس کی عقل کیا کہے گی؟ وہ کیا کہے گا۔ کہ جی میں تو دونوں ہی نہیں بول سکتا نہ گالی کبھی منہ سے نکلی نہ کبھی قرآن نکلا۔ تو گونگے کی عقل محدود ہو گئی کہ نہ ہوئی؟ عقل کیا بلا ہے؟ عقل عقل عقل۔ عقل معتبر ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، عقل معتبر ہے صحابہ کرامؓ کی، عقل معتبر ہے اولیاء اللہ کی، عقل معتبر ہے آئمہ عظام کی کہ انہوں نے اپنی عقلوں کو قرآن کے ماتحت کیا تھا۔

آج کل یہ بحث بھی ہمارے بعض بھائی کر دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بہت بڑے سیاسی تھے وہ تو اپنی عقل کے بہت بڑے پرستار تھے جو بات آتی تھی عقل میں آتی تو مان لیتے ورنہ چھوڑ دیتے تھے۔ ہم نے بزرگوں کو دستر خوان کا لیموں بنا رکھا ہے جب مطلوب ہو تو لے لیتے ہیں ورنہ پھینک دیتے ہیں اللہ تعالےٰ ہمیں ایسی تقلید سے بچائے اور ہمیں صحیح اور پکا متبع بنائے اپنے اکابر کا)۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا (یہ سب تمہید ہے تفصیل ابھی عرض کرتا ہوں) کہ ہم نے سنا ہے آپ عقل کو ترجیح دیتے ہیں آپ فرماتے ہیں" کسی نے غلط کہا ہے۔ میری کیا عقل ہے محمد رسول اللہ کی عقل کے مقابلے میں۔ میری کوئی عقل نہیں ہے۔ یہ کسی نے غلط کہا ہے" نہیں جی آپ دیتے ہیں ترجیح فرمایا "اچھا میں تجھ سے تین باتیں پوچھتا ہوں مجھے جواب دو"

پہلی بات یہ ہے کہ "بیٹی کمزور ہے یا بیٹا؟" جی بیٹی کمزور ہے" فرمایا قرآن نے بیٹی کا حصہ زیادہ کیا ہے یا بیٹے کا" (قرآن میں آتا ہے نا لڑکے کو ملیں گے دو حصے اور لڑکی کو ملے گا ایک حصہ) فرمایا " اگر میں عقل کو ترجیح دیتا تو میں کہہ دیتا کہ بیٹی کے دو حصے اور بیٹے کو ایک حصہ دو لیکن قرآن نے کہا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ

لڑکے کو دو حصے اور بیٹی کو دو ایک حصہ، تو قرآن کے سامنے میری عقل کیا کام کرتی ہے؟" ہم جیسے ہوتے تو کہہ دیتے کہ نہیں تھک کر دو جی ذرا لِلْأُنْثَىٰ مِثْلُ حَظِّ الذَّكَرَيْنِ کر دو کوئی حرج نہیں، معمولی سی بات ہے پھر کیا ہوا، کیا فرق پڑ جاتا ہے؟) اللہ مسلمانوں کو ایسی بے ہودگیوں سے بچائے۔

پھر آپ نے پوچھا "دیکھو پاؤں کا تلوہ پلید ہوتا ہے نجاست لگتی ہے یا پاؤں کے چھپر پر لگتی ہے، پیٹھ پر؟" کہا "جی پاؤں کے تلوے پر نجاست لگتی ہے" فرمایا "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسح کیا اپنے موزوں پر تو مسح پیٹھ پر کیا یا تلوؤں پر کیا؟" "مسح تو پیٹھ پر کیا"۔ فرمایا ابو حنیفہ قیاس کو اگر ترجیح دیتا تو کہتا کہ تلووں پر مسح کرو کیونکہ پلید تلوے ہوتے ہیں" لیکن محمد رسول اللہ نے مسح کس پر کیا؟ پیٹھ پر۔ ابو حنیفہ بھی کہتا ہے اب مسح پیٹھ پر کرو۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا "نماز کی تاکید قرآن میں زیادہ آئی ہے یا روزے کی"؟ "جی قرآن میں روزہ دو تین دفعہ آیا ہے نماز تو سینکڑوں دفعہ آئی ہے"۔ فرمایا کہ جو بچی (ہم سب ماؤں سے پیدا ہوئے ہیں) فرمایا کہ" جو بچی بیمار ہو جاتی ہے ایام ماہواری میں اس کے لئے شریعت نے کیا کہا؟ روزے کی قضا کرے یا نماز کی قضا کرے؟" "جی روزے کی قضا کرے"۔ فرمایا" ابو حنیفہ عقل کو ترجیح دیتا تو کہتا کہ روزے کی قضا نہ کرے نماز کی قضا کرے کیونکہ نماز کی تاکید زیادہ آئی ہے" لیکن ابو حنیفہ کی عقل اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے صحابہ کے سامنے غلام ہے، ابو حنیفہ کی عقل حاکم نہیں ہے"

باقی آئندہ

دعائے مغفرت

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب سپیشلسٹ میو ہسپتال لاہور کے والد محترم غلام رسول خاں صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر آف اسکولز چند ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کے لئے ایصال ثواب فرمائیں اور ان کی مغفرت کی دعا کریں۔ ادارہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے غم میں شریک ہے اور ان کے غم کو اپنا تصور کرتا ہے

حجاج کرام کے لئے نئی معلومات

واضح رہے کہ تمام حجاج کرام سے جدہ میں جہاز سے اترتے ہی دریافت کیا جائے گا کہ آپ کا مکہ مکرمہ کا معلم یعنی مطوف اور مدینہ منورہ کا معلم یعنی مزدور کون ہے بندہ خود مع اہل وعیال ایک سال کے لئے حرمین الشریفین میں رہ چکا ہوں معلم شیخ عمر نوح کو مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ میں معلم کامل ایمانی کو آزما چکا ہوں میرے خیال میں ہر دو معلمین خلوص اور دیانت داری کے پیکر اور حجاج کرام کے لئے بے شمار سہولتوں کے ضامن ہیں اور ان ہر دو معلمین پر حجاج کرام پورا اعتماد کر سکتے ہیں معلم عمر نوح کا پتہ یہ ہے معلم سید عمر نوح محلہ الفلق باب السلام متصل حرم شریف سعودی عربیہ مکہ معظمہ

ومحتاج دعا۔ بندہ عبدالرحمٰن خطیب مسجد رحمانیہ بیرون دہلی گیٹ اور رنگ زیب روڈ ملتان شہر۔

موسم حج میں بندہ جامع مسجد انجمن خدام الدین جو ٹنگی ناظم آباد کراچی متصل بس اسٹاپ میں حجاج کی رہنمائی کرتا ہے۔

مژدہ جاں فزا

مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودہا میں داخلہ شروع ہے جو اختتام شوال تک رہے گا حضرت مولانا مولوی قطب الدین صاحب عنقریب پہنچ رہے ہیں اور مولانا مولوی سراج الرحمان صاحب مردانی پہنچ چکے ہیں نظام درس اور دیوبندی نصاب تعلیم کے لئے جلد از جلد ارباب شوق کو پہنچ جانا چاہیئے۔ داخلہ اختتام شوال تک جاری رہے گا۔

المعلن۔ ناظم مدرسہ ہذا نذیر احمد مخدوم

حافظ وقاری کی ضرورت

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کلویانہ ۳۷۹ ج ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور کے لئے ایک حافظ کی ضرورت ہے جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو اور بچوں کو تجوید وقرأت سے قرآن پاک پڑھا سکے خواہشمند حضرات اپنی عمر اور تجربہ کا حوالہ ضرور دیں جملہ امور کا فیصلہ ناظم مدرسہ سے کریں۔

(شعبہ نشر واشاعت مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کلویانہ ۳۷۹ ج ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور)

جامعہ رشیدیہ بھکر

ضلع میانوالی

کا تیسرا سالانہ جلسہ مورخہ ۳، ۴، ۵ فروری ۱۹۶۷ء کو نہایت آب و تاب سے منعقد ہو رہا ہے جس میں ملک کے جلیل القدر علماء شریک ہو رہے ہیں۔ حافظ ممتاز علی ناظم مدرسہ

میری نماز

از مولانا محمد ادریس صاحب انصاری

سوچ کر جواب دیجئے؟

س: صبح کی نماز کیوں فرض ہوئی؟ (س) مغرب کی نماز مقرر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ (س) نماز کے لئے عصر کا وقت کیوں مقرر ہوا؟ (س) نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا کیوں ضروری ہے؟ (س) نماز میں ہاتھ باندھ کر کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ (س) نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ (س) نماز کی ابتداء اللہ اکبر کے ساتھ کیوں کی گئی؟ (س) نماز میں الحمد کیوں پڑھی جاتی ہے؟ (س) سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کیوں مقرر ہوا؟ (س) نماز کے شروع میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ (س) ایک سجدے کے بعد بیٹھنے میں کیا حکمت ہے؟ (س) رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے میں کیا مصلحت ہے؟ (س) امام ظہر میں قرآن آہستہ اور مغرب، عشاء و فجر میں بلند آواز سے کیوں پڑھتا ہے؟ (س) نماز کے اختتام پر سلام کا لفظ کیوں مقرر ہوا؟

نماز کے متعلق یہ سوالات اور اس قسم کے دوسرے جوابات اگر سمجھ میں نہ آئیں تو آج ہی "میری نماز" منگا کر حل کر لیجئے۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے کاغذ سفید، کتابت طباعت آفسٹ۔

محمود الحسن، نور محمد ناشران و تاجران کتب ۴۱۔ بی شاہ عالم لاہور

ضروری اعلان

بعض احباب کے استفسار کے جواب میں گزارش ہے کہ مبینہ عبدالغنی صاحب جنہوں نے گذشتہ دنوں کوئی وظائف کا اشتہار چھپوا کر ان کو بھیجا ہے اور منگوانے کا پتہ "مولوی عبدالغنی خادم مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور مشتہر کیا ہے" سو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ عبدالغنی صاحب نہ تو کبھی خادم مقرر کئے گئے تھے نہ اب شیرانوالہ مسجد کے خادم ہیں بلکہ انجمن خدام الدین اور امیر انجمن رحمۃ اللہ علیہ اور امیر موصوف کے اعزہ و متعلقین سے بھی کوئی خصوصی تعلق نہیں رہا ہے نہ اب ہے۔ لہٰذا تمام احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مطبوعات خدام الدین کے سلسلہ میں صرف ناظم انجمن سے ہی جملہ خط و کتابت کی جائے۔

المعلن ناظم انجمن خدام الدین لاہور

تشنگان علوم دینیہ کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ جامعہ حنفیہ سراج العلوم متصل لاہور ہوٹل قلعہ گوجر سنگھ کا داخلہ شروع ہے چار مدرس ہو گئے ہیں طلبہ کرام کو جلد داخلہ لینا چاہیئے۔ المشتہر مہتمم مصطفٰے احسن خطیب جامع مسجد فتح محمد روڈ نزد لاہور ہوٹل قلعہ گوجر سنگھ لاہور۔
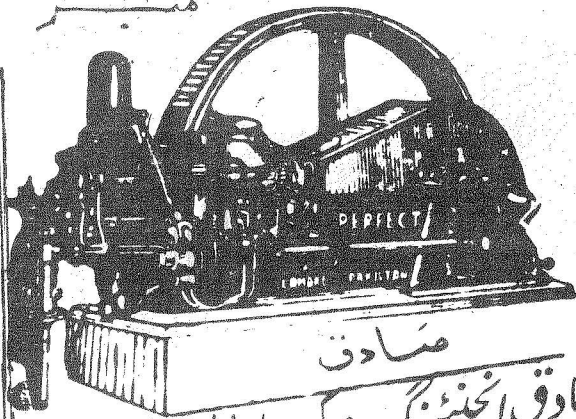
درس قرآن کی ساتویں جلد تیار ہے

گھر بیٹھے بغیر استاد کے آسان طریقے سے قرآن حکیم کے معنی اور مطالب سمجھنے کے لئے ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور سے درس قرآن منزل وار طلب فرمائیں چھ جلدوں کے بعد اب درس قرآن کی ساتویں جلد بھی تیار ہو گئی ہے ہدیہ ۸ روپے۔

ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور۔
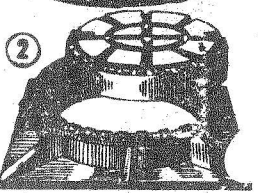
دمہ۔ کالی کھانسی، نزلہ، تبخیر معدہ، ذیابیطس، خارش اور مردانہ کمزوری کا شرطیہ علاج کرائیں

لقمان حکیم حافظ محمد طیب

۱۹ نکلسن روڈ لاہور ◉ فون نمبر

۴۸۶

حب مقوی خاص لاثانی طاقت بخشتی ہے۔ فل کورس پانچ روپیہ

ماء اللحم عنبری دوآتشہ مقوی اعضاء رئیسہ ہے۔ نقاہت اور عام جسمانی کمزوری کو دور کر کے وافر خون صالح پیدا کرتا ہے۔ فی بوتل آٹھ روپے

معجون مقوی عام خوراکی و جسمانی کمزوری کو دور کر کے زبردست قوت بخشتی ہے خوراک دو ہفتہ پانچ روپیہ

دیرینہ پیچیدہ جسمانی و روحانی امراض کے خاص معالج

جمال شفاخانہ (رجسٹرڈ) نوشہرہ چھاؤنی

معیاری دواخانہ کی معیاری دوائیں

جو حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کی نگرانی میں تیار کی جاتی ہیں

خالص ○ آزمودہ ○ مجرب و مفید

ہیں

سلاجیت پلز کمپاؤنڈ

(تمام وٹامنز سے بھرپور)

یہ گولیاں خالص سلاجیت اور دیگر قیمتی ادویات کا بہترین مرکب ہیں

ان کے استعمال سے تفکرات، ذہنی کوفت، پیشاب کی کثرت، اعصابی دکھن، مردانہ اور زنانہ شکایات دکھر اور پٹھوں کا درد، بھوک کی کمی، نزلہ زکام کی تکالیف ختم ہو جاتی ہیں اور صحت و تندرستی سے ہمکنار کرتی ہیں۔

ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جلد جوڑتی ہیں۔ اور جسم کو مضبوط و توانا بناتی ہیں۔ بکثرت خون پیدا کر کے حسن و صحت میں اضافہ کرتی ہیں۔

باصحت و توانا رہنے کے لئے ان کا استعمال ضروری ہے

یہ دوا بارہا کی آزمودہ اور مجرب ہے۔ مرد اور عورتیں یکساں طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی پیکٹ دس روپیہ صرف علاوہ محصولڈاک

خالص سلاجیت ہمارے دواخانہ میں خالص سلاجیت ملتی ہے قیمت فی تولہ ۳ روپیہ علاوہ محصولڈاک

معیاری دواخانہ چوک رنگ محل لاہور

۴۸۶

جوہر شکم

یہ دوا بدہضمی، درد معدہ، بواسیر اور تبخیر معدہ کو رفع کرتی ہے نیز تیزابی مادہ کو جسم سے خارج کرتی ہے

قیمت فی شیشی ۵۰ پیسے

حکیم محمد اقبال قریشی مین بازار علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

سوداگران انگریزی ادویات

جبیب میڈیکل سٹور

امپورٹرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

۱۳ نکلسن روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

فون نمبر ۶۸۲۲۲

بچوں کا صفحہ

ننھی منی بچیوں نے نفلوں میں قرآن پاک سنایا

زاہد گکھڑوی

پیارے بچو!

رمضان المبارک کا مہینہ گزر چکا ہے۔ تم نے بھی اس ماہ کی برکتوں سے اپنا اپنا حصہ ضرور حاصل کیا ہوگا۔ یہ مہینہ بھی کیسا مبارک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کی خصوصی رحمتوں اور برکتوں سے اپنی جھولیاں بھرتے ہیں۔ اور دن رات اس شفیق و مہربان پروردگار کی بندگی کر کے اس کا پیار اور محبت حاصل کرتے ہیں۔ ہر مسجد سے ہر محلہ سے اور ہر گھر سے اس کے آخری پیغام قرآن کریم کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اور باذوق لوگ اس متبرک مہینہ میں ساری ساری رات جاگ کر قرآنِ کریم سنتے رہتے ہیں۔

پیارے بچو!

تم میں سے بہت سے ایسے خوش نصیب بچے ہوں گے۔ جنھوں نے اس مبارک مہینہ میں زیادہ توجہ اور شوق سے قرآنِ کریم پڑھ کر اور سن کر اپنا دامن خدا کی خصوصی رحمتوں سے مالا مال کیا ہوگا اور عاجزی اور زاری کے ساتھ خدا کی عبادت کر کے اس حقیقی محبوب کے سچے عشق کے جذبہ سے اپنے آپ کو سرشار کیا ہوگا اور تمہیں یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت ہوگی کہ اس گئے گذرے دور میں بھی جب کہ ہم سب کے سب کیا چھوٹے اور کیا بڑے۔ کیا امیر اور کیا غریب سارے کے سارے اپنے محبوب رہبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے سچے عاشقوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بتائے ہوئے رستے سے ہٹ چکے ہیں اور ان کے پاکیزہ ارشادات کو بھولتے جا رہے ہیں، چند ایسے باہمت لوگ موجود ہیں، جو بے سروسامانی کے باوجود ہر وقت خدا کے دین کی حفاظت کے لئے کوششیں کرتے رہتے ہیں۔

ایسے ہی باہمت بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دور میں بھی اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہم گنہگار انسانوں میں سے سعادت مند لوگوں کو قبول فرما لیتا ہے۔ قطب الاقطاب حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں محض خدا کے بھروسہ پر قرآن کریم کی خدمت اور اس کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ خدا نے ان کو قبول فرما لیا اور آج اس بے لوث خدمت کا یہ نتیجہ ہے کہ جب اس اللہ کے پیارے بندے کا نام زبان پر آتا ہے تو اس کے احترام میں بلا اختیار فرط عقیدت سے سر جھک جاتا ہے اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ان کے بوئے ہوئے اس درخت کے روح افزا پھل سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور ان کی بے لوث خدمات ہزاروں علماء کرام کیلئے سنگ میل کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر کی حفاظت اور اس کی عظمت کا ڈھنڈورہ پیٹنے کے لئے اپنا سب کچھ اس کی راہ میں قربان کر دیا اور اللہ تعالےٰ نے اس بابرکت کتاب کے صدقے اپنے اس بندے کو وہ بلند مقام عطا فرما دیا جو بہت ہی کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔ قرآن کریم کو پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ ان کی عظیم خدمات کو کسی طرح بھی نہیں بھلا سکتے۔

پیارے بچو!

یہ بھی حضرت قطب الاقطاب ہی کا فیض ہے کہ جہاں جگہ جگہ قرآن کی تشریح و تفسیر کی حفاظت کے لئے جا بجا مدرسے اور دارالعلوم قائم ہیں اور اس کی خوشنما اور دلفریب طباعت و اشاعت کے ادارے کام کر رہے ہیں وہاں اس مقدس کتاب کے لفظوں اور اس کی ترتیب کی حفاظت کیلئے بے شمار مدارس مسلمان بچوں کے سینوں میں اس کتاب کی "حصار گاہ" کی تعمیر میں مصروف ہیں جن کی کوششوں سے ہزاروں بچے قرآن پاک کے حافظ بن کر قرآن کی حفاظت کیلئے رب العالمین کی درگاہ سے قبولیت کی سند حاصل کر رہے ہیں۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو یہ بچے مدرسوں میں مسجدوں میں اور گھروں میں قرآن کریم کی آواز کو ہر مسلمان کے کانوں تک پہنچانے کا فرض پورا کرتے ہیں۔ جا بجا نفلوں میں قرآن پاک سناتے ہیں اور اپنے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بھی رب العالمین کی خصوصی رحمتوں کی آغوش میں چھپا لیتے ہیں شوق مند لوگ شبینہ کی محفلوں کا اہتمام کر کے ساری رات کھڑے ہو کر قرآن کریم سنتے ہیں۔

پیارے بچو!

تم یہ خبر پڑھ کر بے حد خوش ہو گے کہ اس سال گکھڑ میں مدرسہ تجوید القرآن کی فارغ چند ننھی منی حافظ قرآن بچیوں نے بھی شبینہ کا اہتمام کر کے نفلوں میں مکمل قرآنِ کریم سنایا یہ شبینہ مدرسہ تجوید القرآن کے صدر مدرس اور ملک کے مشہور استاد الحفاظ جناب قاری محمد انور صاحب کی سرپرستی میں میری قیام گاہ پر ہوا اور اس میں تمہاری ان سعادت مند حافظ قرآن بچیوں نے حصہ لیا۔ شبینہ کے اختتام پر بچیوں کو جیبی سائز کا ایک ایک قرآن پاک بطورِ تحفہ دیا گیا۔

پیارے بچو!

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بچے کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے قبول فرمائے۔ آمین

نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حافظ شہناز منیر بنت ماسٹر منیر علی شاہ صاحب (عمر ۱۱ سال)
(۲) حافظ سعیدہ اختر بنت مولانا محمد سرفراز خانصاحب (عمر ۱۱ سال)
(۳) حافظ ثریا اختر بنت محمد اسماعیل مرحوم (عمر ۱۲ سال)
(۴) حافظ ثمینہ یاسمین بنت محمد سعید صاحب (عمر ۱۲ سال)
(۵) حافظ ربیعہ یاسمین بنت محمد رفیق مرحوم (عمر ۱۰ سال)
(۶) گلناز منیر بنت ماسٹر منیر علی شاہ صاحب (عمر ۹ سال)
(۷) طاہرہ خاتون بنت مولانا محمد سرفراز خانصاحب (عمر ۹ سال)

۳ فروری ۱۹۶۷ء

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۲۴۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۷۶۶/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

دینِ فطرت

حضرت مضطر کبرائی

تعالی اللہ دینِ مصطفٰے کی جلوہ آرائی!!
محیط وسعت ارض و سما ہے اس کی گیرائی

یہ اک تحریک ہے پیغام عالمگیر ہے اس کا
بِنا توحید ہے اس کی، نشاں تکبیر ہے اس کا

نظام آب و گل میں کارفرما ہیں اصول اس کے
علمبردارِ قدسی بن کر آئے سب رسولؑ اس کے

جنابِ نوحؑ نے نو سو برس تبلیغ کی اس کی
خلیلؑ کبریا نے قوم کو تعلیم دی اس کی

اسی کے داعی بن کر حضرت داؤدؑ بھی اٹھے
جناب لوطؑ بھی آئے، جناب ہودؑ بھی اٹھے

بھی آواز تھی اسحاقؑ و اسماعیلؑ کے لب پر
سلیماںؑ نے بھی تحریکِ قدسی پیش کی سب پر

سنایا قوم کو یعقوبؑ و یوسفؑ نے پیام اس کا
کیا ادریسؑ اور یونسؑ نے چرچا صبح و شام اس کا

اسی دیں کی قیادت حضرتِ صالحؑ نے کی برسوں
بھی دعوت جنابِ زکریاؑ نے سب کو دی برسوں

یہی نعمت ملی تھی حضرتِ موسٰےؑ کو سینا پر
اسی کے مجملاً احکام اترے تھے مسیحاؑ پر

شرائع تھیں مگر محدود اور احکام وقتی تھے
جواب تک عرش سے آئے تھے وہ پیغام وقتی تھے

پھر اُن احکام میں بھی وقت نے تحریف کر ڈالی
کہیں ترمیم فرما دی، کہیں تخفیف کر ڈالی

غرض دینی صحیفے کھو چکے تھے اصل آب اپنی
خدا نے جب اُتاری آخری سچی کتاب اپنی

مکمل ہو گیا دینِ ہُدیٰ اُس فخرِ انساںؐ پر
جو چمکا بن کے خورشیدِ ہدایت کوہ فاراں پر

نبوّت جس کی تعلیم کتاب و درسِ حکمت ہے
عمل قانون ہے جس کا بیاں جس کا شریعت ہے

سلام اس دین پر، اس کے علم بردار اعظمؐ پر
سلام ازواجِ نبویؐ پر، سلام اصحاب اکرمؓ پر

یہ دینِ محترم رکھتا ہے وہ تنظیم اخلاقی
بنا دیتی ہے جو محدود تقدیروں کو آفاقی

ابد تک اب کوئی دینی صحیفہ آ نہیں سکتا
کوئی انسان اعزازِ نبوّت پا نہیں سکتا

[illegible] عبید اللہ انور [illegible] دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔